دیوبند سے بریلی تک

از

مولانا ابوالاوصاف رومی

پسند فرمودہ ۞ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

www .ahlehaq. com

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

kalahazrat@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عُلمائے دیوبند پر بے بُنیاد الزامات کا حقیقت افروز جائزہ

دیوبند سے بریلی تک

از

مولانا ابوالاوصاف رُومی

پسند فرمودہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

۱۹۰

اِدارہ اِسلامیات

انارکلی لاہور

قیمت: ۶/۲۵ روپے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

چند عنوانات

مطبع :- نفیس پرنٹرز - لاہور

اس کتاب کے متعلق

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دار العلوم دیوبند کا

مکتوب گرامی

برادر محترم ، زید مجدکم

سلام مسنون دعا مقرون !

گرامی نامہ مع رسالہ گرامی شرف صدر لایا - جس کے لیے ممنون ہوں - سب سے پہلی ممنونیت تو یہ ہے کہ آپ نے اس ناچیز پر اعتماد فرماتے ہوئے اپنے بلند پایہ افکار کے ذخیرے کو جوں کا توں میرے پاس ارسال فرما دیا - دوسری ممنونیت درحقیقت میرے واسطے سے پوری جماعت پر کہ آپنے پوری جماعت کی نمائندگی فرماتے ہوئے اکابر اسلاف کے مدافعت کا فریضہ انجام دیا - فجزاک اللہ عناد عن جمیع المسلمین - کام بہت بڑا ہے جو حق تعالے نے آپ سے لیا ہے اس کی مبارکباد عرض ہے -

والسلام

محمد طیب

مہتمم دار العلوم دیوبند

۲۸ / ۹ / ۸۴ ھ

مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل ضلع سورت

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل .... ۱۰ر ذی الحجہ ۸۶ھ

مولانائے محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ہدیہ سنیہ "دیوبند سے بریلی تک" پہنچا۔ آپ کی اس عزت افزائی اور یاد آوری کا شکریہ! حسن اتفاق سے عید الاضحیٰ کی چھٹیاں چل رہی ہیں، میں نے پڑھنا شروع کیا جوں جوں پڑھتا گیا دلچسپی بڑھتی گئی، تا آنکہ اسی مجلس میں ختم کر کے دم لیا۔

ایسے بیباک و بے لگام و منہ زور لوگوں کے ہفوات کا جواب ماشاء اللہ آپ نے جس شرافت متانت و سنجیدگی سے دیا ہے وہ آپ کی عظمت و شرافت انسانی کی دلیل ہے اور جواب بھی ایسا مسکت دندان شکن اور زوردار کہ خوددار و غیور انسان اس کے بعد دم نہیں مار سکتا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ کو قبولیت عام عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو نفع تام بخشیں۔ آمین!

امید ہے کہ جناب کے مزاج گرامی اچھے ہوں گے۔

فقط والسلام

محمد ایوب اعظمی

۲۲ر مارچ ۱۹۶۷ء

آں۔ سوئے خوں؟

ہم اس حقیقت کے اظہار میں اک گونہ تکلیف محسوس کر رہے ہیں کہ آج کے دور میں جب کہ ملت اسلامیہ مختلف اعتبارات سے ایک امتحانی اور ابتلائی دور سے گزر رہی ہے اور اس کا مذہب و ثقافت، تہذیب و تمدن، افکار و روایت اور معاشرت و کلچر اسکا ہر گل سر سبز سر مست اقتدار نگاہوں کو خار بن کر کھٹک رہا ہے۔

ایسے وقت میں جناب مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آباد نے اپنے مکتب فکر کے روایتی اور وراثتی پشتارہ کذب و افتراء کے منتشر اور ہزار ہا بار کے پامال عناصر کو "خون کے آنسو" نامی کتاب میں جمع کرنے کی زحمت فرمائی ہے۔ اور بزعم خود "دیوبندیت" کے گلے پر پستی شہرت کے لیے وہی چھری چلا کر ذبح کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارے میں یہ حقیقت کھل چکی ہے کہ کند و ناکارہ ہے۔ حقیقت میں اسلامیان ہند کی آبرو مندی کے لیے آج کا دور انتہائی احتیاط پسندی کا متقاضی ہے اور یہ احتیاط پسندی اسی وقت نتیجہ خیز ہو سکتی ہے کہ جب اجتماعی فکر و ذہن اپنے نفع و نقصان کو یکسانیٔ فکر کے ساتھ سوچنے سمجھنے کا اہل بن جائے۔

ایسے نازک تاریخی مرحلہ پر ضروری ہے کہ باہمی اختلافات سے بادلِ ناخواستہ ہی سہی قطع نظر کر لی جائے اور فکر و شعور کی تمام تر صلاحیتوں کو ان بنیادوں کی مضبوطی کے لیے وقف کر دیا جائے کہ جن کی بے قراری سے "من و تو" کا بزعم خود اشارہ باقی ہے۔

دیوبندیت در حقیقت اس مکتب فکر کا عنوان بن گیا ہے کہ جس نے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

مومن و کافر کے درمیان اخلاص للہٰ اور عدمِ اخلاص للہٰ کو حدِ فاصل قرار دیا ہے اور سنت و بدعت کے درمیان اتباع و عدمِ اتباع کو نقطۂ اتصال بنایا۔ بالفاظِ دیگر انفرادیت سے اجتماعیت تک "اپنی زندگی سے مدنی زندگی تک" ظاہر سے باطن تک اور زندگی کے نفسِ اوّلین سے موت تک شرعی لحاظ سے کئے جانے کے قابل ہر عمل کو صرف اللہ کے لیے کرنے اور نہ کئے جانے کے قابل اعمال سے صرف اللہ کے لیے نہ کرنے کا حکم دینا اور اسی نظامِ اخلاص میں رہنے والے کا شرعی نام "مومن" ہے۔ اس لیے مومن کا بغیر اخلاص کوئی وجود ممکن نہیں اور جس منزل پہ یہ عمل و اجتناب غیر اللہ کے لیے ہونے لگے وہیں سے سرحدِ کفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یعنی جس قلب میں اللہ کے لیے اخلاص نہیں اُس میں ایمان کی تلاش ہی لاحاصل ہے۔

اسی نظامِ اخلاص کے لانے والے کا نام نامی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو اس راہِ نجات کے راہنما ہونے کی وجہ سے عالمِ انسانی کے سب سے بڑے محسن ہیں اور اسی لیے سب سے زیادہ ارادی محبت کے مستحق ہیں لیکن جس طرح یہ "محبت رسالت" شریعت کا مستقل موضوع ہے اسی طرح شریعت نے اس کے شرعاً معتبر ہونے کا معیار "اتباعِ رسول" کو قرار دیا ہے صرف دعوے یا نعرہ کو نہیں۔

اتباعِ رسول کے بغیر محبت و رسالت ایک دعوئے بے دلیل ہے جو شریعت مصطفوی کی عدالت میں نہ صرف "ناقابلِ التفات" ہی قرار پاتا ہے

بلکہ ناقابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بدعت محبتِ نبوی کی دعوے داری اور اتباعِ شریعت نبویؐ میں خام کاری سے پیدا ہوتی ہے۔ جس میں نفسِ انسانی اپنے مزعومہ جذبۂ محبت کی تسکین کے لیے اظہارِ نیاز کی خود ساختہ نئی نئی راہیں تلاش کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ جس طرح وہ "محبت نبویؐ" کا شرعاً مکلف قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نیاز محبت کی ادائیگی میں بھی اس کو شریعت نے خود مختار نہیں چھوڑا۔

دیوبندیت درحقیقت شریعت کی قائم کردہ اسی "حد شناسی" اور اسی "حق شناسی اور انہی دونوں کی معقول و منقول تعلیم کا عوامی عنوان ہے اور "بریلویت" اپنی ماضی کی روشنی میں انہی حدود و حقوق کی اس شکست کا نام ہے جس کے دائرہ میں "اخلاص" صرف خدا کا اور "اتباع" صرف رسول کا حق نہیں رہتا بلکہ سرحد اخلاص میں ایسی دراندازیاں انگیز ہونے لگتی ہیں کہ جو توحید سے ساز نہیں کر سکتیں اور سرحدِ اتباع میں وہ "دراندازیاں" جائز سمجھی جانے لگتی ہیں کہ جو "محبتِ نبویؐ" سے میل کھاتی نہیں۔ اللہ و رسول کے حقوق و حدود کو خلط ملط کرنے کی دیوبند اجازت نہیں دیتا اور یہ ہی بریلوی مکتبۂ فکر کے نزدیک "دیوبند" کا سب سے بڑا جرم ہے جس کی سزا گذشتہ طویل دورِ بریلی کی علمی پرواز اور بھرپور کوشش کے باوجود محبت و دلیل اور روایت و درایت سے نہ دے سکا اور نہ حقائق سے گریز کی بدعادت اس آرزو کو شرمندۂ تکمیل کبھی ہونے دے گی۔ کذب و افترا، بہتان طرازی و الزام تراشی، عباراتِ اکابر و اسلافِ دیوبند میں تحریف و تلبیس قرآن و حدیث کی مرادات کو

kalahazrat@gmail.com

اپنے مزعومات کے تابع کرنے کے لیے افسوسناک تاویلات، اربابِ حال، اہل اللہ اور صاحبِ باطن بزرگانِ دین کی کیفیاتِ باطن کی ریاکارانہ نقالی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ محبت کے بلند بانگ دعوے اور اتباعِ شریعت سے دیدہ و دانستہ گریز اور خدائے حیّ و قیوم کی ذات بے ہمتا کے سوا عبدیت کے مظاہر کو اصحابِ قبور تک کے لیے روا رکھنا وغیرہ "بریلویت" کی اپنی دانست میں دیوبندیت کے لیے المناک سزائیں تھیں جو گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے "دیوبند" کو مسلسل دی جارہی ہیں۔

اربابِ حق کے مسلک مستقیم کو آڑ بنا کر مشتاق صاحب نظامی کی چشمِ بیمار نے جو خون آشام مگرمچھ کے آنسو بہائے ہیں، مولانا ابو الاوصاف صاحب نے اُس کے لیے یہ "دیوبند سے بریلی تک" سُرمہ تیار فرمایا ہے۔ خدا کرے کہ حقائق بینی کی گم کردہ بینائی نگہِ مشتاق کو نصیب ہو جائے۔

محمد سالم قاسمی

ناظم ادارہ تاج المعارف

دیوبند

باسمہٖ سبحانہٗ

دیباچہ

طبع سوم

الحمد للہ کہ پیشِ نظر کتاب "دیوبند سے بریلی تک" جو بعض احباب آمادہ کی فرمائش پر ۱۹۶۵ء میں لکھی گئی تھی عام طور پر پسند کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے مقبولیت عطا فرمائی۔ جس کی وجہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کتاب میں اللہ تعالےٰ ہی کے کچھ مقبول بندوں کی طرف سے فریضۂ مدافعت انجام دیا گیا ہے۔ ان بندگانِ خدا کی جانب جو بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں اور جو بے حقیقت بہتان بندی اور طوفان خیزی کی گئی ہے ان سب کو اس مختصر رسالہ میں بے نقاب کیا گیا ہے۔ بندگانِ خدا کی طرف سے مدافعت کا فریضہ وہ اہمیت رکھتا ہے جس کی انتہائی معراج یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ حسّان کی تائید روح القدس سے فرماتے ہیں کہ جب تک وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ از بخاری)

علی فرقِ مراتب یہ فریضہ آج بھی یقیناً بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جو حضرات احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو تبلیغِ دین کے منافی سمجھتے ہیں وہ شاید دعوت

kalahazrat@gmail.com

تبلیغ کے مفہوم میں تحدید بیجا کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ہمیں تعلیمات خداوندی اور اسوۂ نبوی میں جہاں "ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ" (لوگوں کو سبیل رب (راہ خدا) کی طرف حکمت کے ساتھ بلائیے اور اچھی نصیحت کے ساتھ (پیغام پہنچائیے) کی تعلیم ملتی ہے۔ وہیں "وجادلھم بالتی ھی احسن" (ان لوگوں سے عمدہ طریقہ پر (قاعدہ کے مطابق) بحث کیجئے کا ارشاد بھی ملتا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد انبیاء کرام کی اپنی قوم کے ساتھ مناظروں کی مختصر روداد بھی قرآن حکیم کے صفحات پر آج بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ اس لیے دعوت و تبلیغ کے اس پہلو سے یکسر صرف نظر نہ تو کوئی صحیح بات ہو سکتی ہے نہ ہی یہ ہر حال میں مقتضائے حکمت ہو گی۔

ویسے اس بحث و مباحثہ کو تو ہر حال میں یقیناً ہم بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ یہ کتاب بھی یوں ہی سرسری طور پر بالکل بادل نخواستہ حالات سے مجبور ہو کر ہی لکھی گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالے نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے مقبولیت عطا فرما دی تو خیال ہوا کہ شاید اللہ تعالے کو دفاع کا یہ پہلو پسند آیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ احقر بھی ایک معمولی طالب علم سے زیادہ حیثیت کا آدمی نہیں۔ کتاب بھی کسی علمی تحقیق پر مشتمل نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کتاب عام طور پر پسند کی گئی تو یہ محض اس کا فضل اور اُن بزرگانِ دین کی روحانیت کا فیض ہی ہو سکتا ہے جن کی مدافعت کا فریضہ اس میں انجام دیا گیا ہے۔ فھذا من فضل ربی لیبلونی

اشکرام اکفر فللّٰہ الشکر و لہ الحمد۔

یہ کتاب پہلی بار "ادارہ تاج المعارف دیوبند" نے غالباً ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۶ء میں شائع کی تھی جس کی پانچ سو کاپیاں مزید احقر نے اپنی لاگت پر علیحدہ چھپوائی تھیں۔ امتیاز کے لیے اُسکا ٹائیٹل بھی علیحدہ طبع کرا لیا تھا اور شروع کتاب میں حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا ایک مکتوب گرامی اور کتاب کا ایک غلط نامہ بھی شامل کر دیا تھا۔ پہلا ایڈیشن تو نئی کتاب ہونے کی بنا پر کچھ دیر میں نکلا لیکن دُوسرا ایڈیشن تقریباً ایک سال ہی میں ختم ہو گیا۔

اَب اس وقت سنہ چل رہا ہے۔ تیسرا ایڈیشن پریس میں جانے کو ہے اس وقت خیال آیا کہ اس بار کتاب پر ایک تکمیلی نظر اور ڈال لی جائے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ کام بھی انجام پا گیا اور کتاب میں جگہ جگہ ترمیم و تصحیح کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر ضروری اضافے بھی کر دیئے گئے ہیں اور سب سے ضروری اضافہ جو اس کتاب میں ہونا تھا وہ فاضل شاق کی "لال کتاب"، "خون کے آنسو" کے ان اقتباسات سے متعلق ہے جو انہوں نے ماہنامہ برہان کے حوالہ سے نقل کئے ہیں۔

جیسا کہ میں نے اُوپر لکھا ہے کہ یہ کتاب (دیوبند سے بریلی تک) چونکہ سرسری طور پر لکھی گئی تھی اس لیے اس وقت ہم برہان کے وہ شمارے نہ دیکھ سکے تھے جن کے حوالوں سے خون کے آنسوؤں نے سیلان بلکہ سیلاب کی شکل حاصل کر لی تھی اور چونکہ ہم لوگ اس صحافتی چابکدستی کا زیادہ اندازہ نہیں رکھتے اس لیے فاضل مشاق کے ساتھ حسن ظن یہی تھا کہ کم از کم ان حوالوں میں کوئی وزن تو ضرور ہی ہو گا ورنہ اتنی جسارت کے ساتھ بہ بانگ دہل انہیں اپنی کتاب میں کس طرح برابر نقل کرتے

www.alahazrat.com
kalahazrat@gmail.com

چلے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس صورت میں ہم نے اُن سے تعرض کرنا اسلئے بھی ضروری نہ سمجھا کہ اکبر آبادی صاحب فاضل دیوبند ہونے کے ساتھ ساتھ ایک روشن خیال صحافی ہیں اس لیے اُن کے متعلق یہ سمجھ لیا کہ اُن کی ہر رائے اور ہر بات علماء دیوبند پر حجت بن سکتی ہے تو یہ ایسی حقیقت ہے جس کو نہ تو اُنہیں دعویٰ ہوگا اور نہ جماعت علمائے دیوبند ہی اس کو تسلیم کرنے پر تیار ہوگی۔ اس لیے ہم نے فاضل مشتاق کے برہانی حوالوں کو صحیح تو سمجھا مگر درخور اعتنا اور لائق جواب نہ جانا۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اپنی جگہ ہمیں کسی قدر الجھن ضرور رہی کہ آخر یہ اکبر آبادی صاحب مانا کہ حضرت تھانویؒ کے معتقد و مرید نہ ہوں لیکن ان کے معاصر بھی تو نہیں ہیں یہ ہیں تو ان کے اصاغر (چھوٹوں) ہی میں اور جن علماء کو اکبر آبادی صاحب اپنا بزرگ و استاد وغیرہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ حضرات جب حضرت تھانویؒ کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں تو پھر آخر ان کے لیے ایسا انداز تبصرہ اختیار کرنے کی وجہ جواز کیا ہے چنانچہ اس الجھن کی بناء پر احقر نے طبع اوّل کے موقع پر حضرت مولانا محمد طیب صاحب کو برہان کے ان اقتباسات کی جانب متوجہ کیا کہ ذرا آپ اس سلسلہ میں اکبر آبادی صاحب سے حقیقت حال دریافت فرمائیے۔ دیکھئے تو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ میری درخواست پر حضرت مہتمم صاحب نے ایک گرامی نامہ اکبر آبادی صاحب کو تحریر فرما کر صورتِ حال دریافت فرمائی۔ اس کے جواب میں جناب اکبر آبادی صاحب نے جو مکتوب تحریر فرمایا حضرت مہتمم صاحب کی جانب سے اس کی نقل مجھے دفتر والوں نے روانہ فرما دی۔ ذیل میں ہم اکبر آبادی صاحب کے مکتوب کا ضروری حصہ نقل کئے دیتے ہیں۔ پورے مکتوب کے نقل کرنے میں غیر ضروری طوالت ہوگی۔ ملاحظہ ہو:۔

نقل مکتوب

علی گڑھ

۳ر فروری ۱۹۶۵ء

مخدوم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

والا نامہ مورخہ ۲۶ ر رمضان ابھی ملا اور ابھی جواب لکھتا ہوں "خون کے آنسو" نامی کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ میری تحریروں کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے تو عرض یہ ہے کہ "جامع المجددین" پر میرا تبصرہ برہانؔ میں سات ماہ تک نکلتا رہا اور اپنی جماعت کے کسی بزرگ نے مجھے اس پر نہیں ٹوکا۔ اصل بات یہ ہے کہ جامع المجددین نامی کتاب میں اس کے مصنف نے حضرت تھانویؒ کو پیغمبر کے پہلو میں لے جا کر بٹھا دیا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب ایسے انداز میں لکھے تھے جس سے دوسرے اکابر علماء و مشائخ کی تنقیص کا پہلو نکلتا تھا اس لیے میں نے اپنے مضمون کے شروع میں مصنف کی اس ذہنیت کا پردہ چاک کیا اور لکھا کہ اسوۂ حسنہ اور واجب الاتباع صرف پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات ہے جس کسی شخص کا خواہ وہ اپنے عہد کا کتنا ہی بڑا عالم اور شیخ ہو عمل یا اس کا کوئی خاص طریقہ سنت نبویؐ کی میزان میں پورا نہیں اترے گا وہ رد کر دینے کے قابل ہے اور اس سلسلہ میں میں نے مولانا تھانوی اور مولانا حسین احمد صاحب کے بعض اعمال و افعال میں موازنہ کرتے ہوئے

؎ جناب اکبر آبادی صاحب کو صحیح طور پر یاد نہیں رہا کہ ان کا یہ مقالہ برہان کے دس شماروں میں نکلا ہے۔ ۱۲ ردی

لکھا کہ تعارض کی شکل میں رجوع قرآن و حدیث اور سنت نبوی ہی کی طرف کیا جائے گا
مگر یہ سب میں نے مدعی کے لیے لکھا تھا اس کے بعد مسلسل تین نمبروں میں میں نے
بتایا کہ خود حضرت تھانویؒ درحقیقت کس بلند مرتبہ و مقام کے بزرگ اور شیخ تھے۔
اور ان کے اصل فضائل و کمالات اور اوصاف و محامد کیا ہیں ؛

اس بنا پر "خون کے آنسو" کے مصنف نے میری عبارات سے اعتراضات کے جو پہلو نکالے ہیں۔ میں نے اسی مقالہ کی آخری قسطوں میں خود ہی اس کے جوابات دے دیئے ہیں۔

افسوس ہے کہ میرے پاس برہان کے یہ پرچے موجود نہیں ہیں اور بات بھی دس بارہ برس کی ہو گئی اس لیے اب ٹھیک یاد بھی نہیں ہے۔ آپ کے پاس برہان کا فائل ہو گا کسی صاحب کو متعین کر دیجئے وہ متعلقہ پرچے نکال کر میرا پورا مضمون از اول تا آخر پڑھیں مجھے امید ہے کہ پورا مقالہ پڑھنے کے بعد یہ اعتراضات خود بخود دفع ہو جائیں گے۔

(دستخط) سعید احمد اکبر آبادی

یہ تو ہوا وہ مکتوب جو انہوں نے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے گرامی نامہ کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کے بعد مجھے برہان کے ان شماروں کی برابر فکر رہی کہ اگر کہیں سے دیکھنے کو مل جائیں تو شاید کچھ مزید انکشاف ہو جائے۔ مشہور ہے "جوئندہ یابندہ" آخراب طبع سوم کے موقع پر جب کہ میرا تعلق جامع مسجد آگرہ کے مدرسہ عالیہ اور دارالافتاء سے ہے برہان کے وہ شمارے حافظ فیض محمد صاحب نے فراہم فرمائے (اللہ تعالے انہیں جزائے خیر عنایت فرمائے)۔

پورا مضمون پڑھنے کے بعد تو میری زبان سے بے ساختہ یہی کلمات ادا ہوئے کہ "واقعی ہمارے فاضل مشاق اپنے بڑے حضرت فاضل مشاق کے بجا طور پر فرزند معنوی ہیں اور جس طرح ان بڑے حضرت نے "حسام الحرمین" میں ہاتھ کی صفائی پیٹ کے لیے دکھائی ہے، اسی طرح ان چھوٹے حضرت نے بھی اپنی "لال کتاب" میں اچھے اچھے کرتب دکھلائے ہیں۔ چنانچہ آپ نے برہان کے طول طویل اقتباسات کو اپنی "لال کتاب" میں داخل کر کے کتاب کا حجم خوب نمایاں کر دیا اور ترنگ میں آکر برابر یوں چہکتے رہے ؎

"انہیں کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی"

خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم آپ کو برہان کے مضمون کی تھوڑی سی سیر کرا دیتے کہ آپ کو خود اندازہ ہو جائے کہ فاضل مشاق نے پورے مقالہ کو صرف ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور آنکھ بھی وہ جو صرف "لا تقربوا الصلوٰۃ" (نماز کے قریب بھی نہ جاؤ) دیکھنے کی عادی ہے "وانتم سکاریٰ" (جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو) دیکھنے کا اسے ہوش ہی نہیں رہتا، لیکن بہ نظر اختصار اس سلسلہ میں ہم تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے اس مضمون کی آخری قسط سے چند سطور نقل کرتے ہیں جن میں اکبر آبادی صاحب نے استدراک فرماتے ہوئے اپنے مقصد تنقید کی توضیح خود فرما دی ہے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں :۔

شروع کے دو نمبروں میں مولانا تھانویؒ کی نسبت قلم سے بعض نامناسب اور نازیبا الفاظ نکل گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ مولانا کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور دوسرے کمالات کے ساتھ عقیدت شروع سے رہی ہے۔ چنانچہ مولانا کی وفات پر اس برہان میں جو نظرات لکھے گئے وہ اس کا ثبوت ہیں۔

kalahazrat@gmail.com

قصور مولانا کا نہیں بلکہ مولانا عبد الباری جیسے مریدوں کا ہے جنہوں نے مجدد ثابت کرنے کے شوق میں مولانا کے ان واقعات کو کچھ سے کچھ رنگ دے کر پیش کیا ہے۔

بہر حال اگرچہ غلط فہمی کی بنا پر سہی ہمیں مولانا کی روح پر فتوح سے ان الفاظ کی معذرت چاہتا ہوں اور ان پر نادم ہوں۔

(برہان دسمبر ۱۹۵۲ء)

یہ سطور صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ اکبر آبادی صاحب حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ کو اپنا بزرگ تصور فرماتے ہیں اور اگر ایک طرف ایک جذبہ کے تحت وہ کوئی سخت فقرہ تبصرہ میں لکھ جاتے ہیں تو دوسری طرف وہ اسکا تدارک کرنا بھی ضروری خیال فرماتے ہیں۔

لہٰذا ان سطور کے بعد فاضل مشاق کے نقل کئے ہوئے سارے ہی اقتباسات بالکل لغو اور بیکار ہو جاتے ہیں ان کی جوابدہی کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوبند سے بریلی تک

مقدمہ

یہ بات ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جب سے دُنیا قائم ہوئی ہے اُس وقت سے لے کر آج اس وقت تک حق و باطل کے درمیان جنگ و جدل اور بحث و مباحثہ وغیرہ کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اور اسی حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی مانا ہوا ہے کہ حق کو مٹانے یا دبانے کے لیے جب بھی کوئی طاقت اُٹھی تو خداوند قدوس نے اُس کو ختم کرنے کے لیے اپنے کسی نہ کسی بندے کو اپنی غیبی نصرتوں سے ضرور نوازا۔ خدا تعالےٰ کی اسی کرشمہ سازی کو یاد دلانے کے لیے ہماری زبانوں پر آج بھی "ہر فرعونے را موسےٰ" کا پُر معنی جملہ بیساختہ جاری ہو جاتا ہے۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان پر انگریزوں کا پورا اقتدار و تسلط ہو گیا اور لارڈ میگلس کی مشہور تاریخی تقریر پر عملدرآمد ہونے لگا جس میں اُس نے یہ اعلان کیا تھا کہ :-

خدا تعالےٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ سلطنت ہندوستان انگلستان

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

کے زیرِ نگین ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہیئے۔" (حکومت خود اختیاری)

اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنی قدیم عادت کے مطابق ٹھیک اسی موقعہ پر اپنے فضل خاص سے ہندوستان کے مشہور علمی خاندان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اور ان کے اہل خاندان و متوسلین کو اس کار خاص اور اہم خدمت کے لیے منتخب فرمایا کہ ان کے ذریعہ سے دشمنان اسلام کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا جائے۔ چنانچہ اس خاندان کے علماء اور ان کے تلامذہ و متوسلین اٹھ کھڑے ہوئے اور اس عزم و ارادے کے ساتھ کہ ایک طرف تو انگریزی حکومت کا مقابلہ کیا جائے اور اُن کی طاقت کو پاش پاش کر کے اپنا ملک آزاد کرایا جائے اور دوسری طرف دینی و مذہبی تعلیم وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی عیسائیت اور ہر طرح کی بے دینی کا مقابلہ کر کے حق کو غالب دکھایا جائے۔ گویا اس ہمہ گیر انقلاب کو برپا کرنے کے لیے علماء حق اور مجاہدین اسلام کے دو طبقے ہو گئے۔ ایک طبقہ مجاہدین کا تھا جس میں حضرت سیّد احمد صاحب شہید، مولانا اسماعیل صاحب شہید، مولانا ولایت علی صاحب پٹنوی، مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری، مولانا کرامت علی صاحب جونپوری وغیرہم کی خدمات اور اُن کے کارنامے فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ دوسرا طبقہ معلمین و مبلغین کا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے مشہور تلامذہ و معلمین مولانا نواب قطب الدین صاحب، مولانا

رشید الدین، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب، مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ساتھ ساتھ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ وغیرہم اور مولانا فضل امام صاحب و مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اور علماء فرنگی محل کے اسماء گرامی یادگار رہیں گے۔

ان علماء دین نے دہلی، دیوبند، سہارنپور، مُراد آباد، لکھنؤ، خیرآباد وغیرہ میں دینی و مذہبی، فارسی و عربی مدارس قائم کئے اور ان کے ساتھ ہی کچھ مخلص روشن خیال لوگوں نے مسلمانوں کی دنیوی تعلیم و ترقی کے پیش نظر علی گڑھ، اٹاوہ، لاہور، کلکتہ وغیرہ میں اسلامیہ سکول اور کالج قائم کئے۔ ان مختلف اور گوناں گوں کوششوں کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک طرف تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء دین ہندوستان میں ہو گئے اور دوسری طرف سیاسی لحاظ سے ہندوستان کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے سپاہی اور مرد میدان بھی کافی تعداد میں مل گئے جن کی کافی جد و جہد اور بے انتہا قربانیوں کے بعد ۱۹۴۷ء میں ملک کے آسمان پر آزادی کا سُورج طلوع ہو گیا مگر اس طرح کہ یہ اکھنڈ بھارت ہندوستان و پاکستان کے دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا اور ہندوستان کے باقی کروڑ مسلمانوں کو جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بیان کی آج بالکل ضرورت نہیں کہ اب ہمارے ہر شعبۂ زندگی میں پریشانی ہی پریشانی ہے دینی و مذہبی اور فارسی و عربی تعلیم کا تو کیا ذکر اس وقت تو اردو زبان و تعلیم دونوں ہی حیات و موت کی کشمکش میں مُبتلا ہیں اور ہماری دینی و مذہبی حالت روز بروز گرتی جا رہی ہے اور اندیشہ ہے کہ اسپین وغیرہ کی طرح یہاں سے بھی خدانخواستہ اسلام و مسلمان

kalahazrat@gmail.com

کانام ونشان تک ختم نہ ہو جائے۔

اس نازک وقت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ تمام مسلمان اتحاد باہمی اور ملی وقومی یکجہتی کے ساتھ ساتھ ہم آہنگ وہمقدم ہو کر دین اسلام کی حفاظت واشاعت میں لگ جاتے مگر افسوس کہ انتہائی دلسوزی کے ساتھ آج ہم یہ تلخ حقیقت ظاہر کرنے پر اپنے کو مجبور پا رہے ہیں کہ اس وقت جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی کہ ہم سب مل کر دین کی خدمت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، ہم میں ہی سے بعض لوگوں نے ایسے ایسے مسائل اُٹھا رکھے ہیں جن میں گفتگو کرنا بظاہر "بے وقت کی راگنی" کا مصداق معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ "حق" اور "اہلِ حق" کے ان دشمنوں نے "بہتان بندی" اور "الزام تراشی" کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے بعض اوقات اسکی وجہ سے کتنے ہی اللہ کے بندوں پر راہِ حق "مشکوک اور مشتبہ ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے ہی لوگوں کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے بادلِ نخواستہ ہم کو بھی اس "تلخ بحث" میں حصہ لینا پڑ رہا ہے ؎

ع دیکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

وقت کی نزاکت کا ہم کو بھی احساس ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ وقت گڑے مُردے اکھیڑنے کا نہیں لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو سابقہ ہی ایسے مُردہ پرستوں سے آپڑا ہے جن کی پُوری زندگی کی ساری چہل پہل کا واحد ذریعہ صرف کفر واسلام کی یہی مخصوص بحث ہے جس کے ذریعے یہ لوگ مسلمانوں میں باہمی نفاق پیدا کرکے لوگوں کو خود اپنی ضرورت کا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی شاندار دعوت کا احساس پیدا کرتے رہتے ہیں

کیونکہ اس حقیقت سے ان کا دل اچھی طرح واقف ہے کہ اگر مسلمانوں کو وہابی اور بہابی (جبکے لیے ابجد کے قواعد کی رُو سے نمبر ۲۲ و نمبر ۴۸ کی اصطلاح بھی مقرر ہو گئی ہے) یا دیوبندی و بریلوی کے جھگڑوں سے روشناس نہ کرایا گیا تو پبلک میں خود اُن کی اپنی رونمائی اور نذرانہ وسلامی کے مواقع نہ مل سکیں گے اسلئے ان کی ساری کوشش صرف اس بات پر صرف ہوتی ہے کہ جس قیمت پر بھی ہو مسلمانوں کے ذہن سے بریلوی و دیوبندی کا سوال کسی وقت بھی نکلنے نہ پائے۔ آپ کو چاہے رنج ہو یا خوشی لیکن واقعہ بہرحال یہی ہے کہ اسوقت یہ طبقہ اپنی کوشش میں ضرور کامیاب ہے اس وقت مسلمانوں کا باہمی جھگڑا برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ ملک کے کتنے ہی خطے ایسے ہیں جہاں گھر گھر اور گاؤں گاؤں میں بھائی بھائی کا اور بیٹا باپ کا اور ایک عزیز دوسرے عزیز کا دشمن ہو رہا ہے۔ ان کے آتش نوا مقرر اور شعلہ بار واعظ مسلمانوں کے تعمیری واصلاحی کاموں کو چھوڑ کر صرف باہمی تفریق وتخریب پر کمربستہ ہیں یہ [illegible] رہنما و رہبر تو مرغ پلاؤ، انڈے پراٹھے کھا کر اپنی سلامی اور فیس وصول کرکے اپنا راستہ لیتے ہیں اور عام مسلمانوں کے درمیان گالی گلوچ، مار پیٹ، آپس کی تذلیل وتحقیر کا نہ ختم ہونیوالا سلسلہ اپنی یادگار کے طور پر چھوڑ جاتے ہیں انکو اس سے مطلق غرض نہیں کہ انکے اس رویہ سے قوم مسلم کا نفع ہو رہا ہے یا نقصان؟

ع انکو تو اپنے پیٹ کی طغیانیوں سے کام
ملّت کی ناؤ پار ہو یا درمیاں رہے

ہم آج بھی واضح طور پر یہ اعلان کرنے میں کوئی تکلّف وتردد نہیں محسوس کرتے کہ [illegible] دین کے یہ نادان دوست اور بزعم خود اسلام کے "واحد اجارہ دار" اپنا مشن صرف

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

بدعات کی ترویج و اشاعت ہی تک محدود رکھتے تو ہم بھی یقیناً خاموشی ہی کو پسند کرتے جیسا کہ ہمارے اکابر علمائے حق نے ادھر ایک عرصہ سے اس تلخ و ناموزوں بحث کو منہ نہیں لگایا تھا مگر چونکہ اس صورت سے بھی عام طور پر کوئی فائدہ نہیں ہوا اور ہمارے علمائے حق کی خاموشی سے اہلِ اغراض نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور چھوٹے بڑے اشتہار اور پوسٹر کے علاوہ دو ورقی اور چو ورقی کتابچے لکھ کر ملک بھر میں شائع کر دیئے جن میں کوئی تو دستا ہوا "ناسور" ہے اور کوئی اُن کے پُرانے تکفیری فتوؤں کا مجموعہ "جراثیم" (یہ اشارہ ہے ناسور وہابیہ" اور "جراثیم الوہابیہ" نامی کتابچوں کی طرف) اور یہ سب ان متعدد اور مستقل رسالوں کے علاوہ ہے جو مختلف مقامات سے ماہواری طور پر نکلتے رہتے ہیں۔

ان تمام رسائل و کتب میں عموماً انہیں اعتراض کو دُہرایا گیا ہے جن کو عرصہ سے "بڑے" "حضرت" "فاضل بریلی" اور اُن کے پیرو کار لوگ حضرات علماء دیوبند کے متعلق مشہور کرتے چلے آئے ہیں اور جن کے جوابات بھی اب سے پہلے بار بار دیئے جا چکے ہیں (چنانچہ اس سلسلہ میں یہ کتابیں قابل دید ہیں المہند علی المفند، عقائد علماء دیوبند، اسکات المعتدی، ردالتکفیر انصاف البری، تزکیۃ الخواطر، مقامع الحدید، تذکار شہید، الجنۃ لاہل السنۃ وغیرہ ہیں) لیکن چونکہ یہ کتابیں آج کل ہر شخص کو دستیاب نہیں ہوتیں اور ان کی زبان بھی اب کسی قدر دشوار محسوس ہوتی ہے اسلئے ضرورت تھی کہ آجکل کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے عام فہم اور آسان زبان میں (جس میں علمی اصطلاحی الفاظ سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہو) ایک مختصر سا رسالہ تیار کیا جائے جس میں علمائے دیوبند پر جو اعتراضات عموماً کیے جاتے

ہیں، ان کا جواب دے کر علمائے حق کی ان الزامات سے براءت اور صفائی پیش کر دی جائے کہ عام مسلمانوں کو اُن علماء حق کی طرف سے جو غلط فہمی ہو وہ دُور ہو جائے چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ زیرِ نظر رسالہ حاضرِ خدمت ہے۔

اس رسالہ کی تالیف کا اصل مقصد تو یہی ہے جو سطورِ مذکورہ میں بیان ہوا لیکن چونکہ ہر شے اپنی ضد کے ذریعہ زیادہ آسانی سے پہچانی جاتی ہے اس لیے علماء دیوبند کے تذکرہ سے "حضرات بریلی" کا ذکر بالکل گریز تھا۔ بنا بریں ہم نے انتہائی مجبوری میں کچھ ان کا ذکر بھی کر دیا ہے اور مضامین کی ترتیب میں سہولت کے خیال سے اس رسالہ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حصہ اول میں پہلے تو ان اعتراضات و الزامات کی حقیقت ظاہر کی جائے گی جو اہلِ بدعت کی طرف سے علماء اہلِ سنت یعنی حضرات اکابر دیوبند کے متعلق کئے جاتے ہیں، پھر ان اعتراضات کا تحقیقی و تفصیلی جواب دیا جائے گا

حصہ دوم میں اہلِ بدعت کے خانہ ساز "دینِ مجددی" پر روشنی ڈالی جائے گی کہ اندازہ ہو سکے دین و مذہب کے یہ واحد اجارہ دار "دینِ محمدی" کی رو سے اسلام و ایمان میں کون سا مقام رکھتے ہیں۔ حصہ سوم میں ان حضرات کی کافر سازی کے شوق فراواں کی تصویر کشی ہو گی جس سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ ان کے بے دھڑک فتوؤں کی رو سے تو شاید کوئی بھی مسلمان مسلمان نہیں ہے حتیٰ کہ خود اعلیٰ حضرت اور اُن کے پیرو بھی شاید مُسلمان نہ رہ جاتے ہوں علمائے حق پر اعتراضات و الزامات کی فہرست تو کچھ طویل ہے لیکن چند الزامات ان میں سے زیادہ مشہور اور پُر فریب ہیں جن سے غلط فہمی پیدا ہونیکے مواقع

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

زیادہ ہیں اس لیے ہم صرف انہی چند مشہور اعتراضات سے بحث کریں گے۔

اس مختصر اور ضروری تمہید کے بعد اب ہم ان کا آغاز حصہ اوّل حضرت شہید علیہ الرحمۃ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات سے کرتے ہیں۔

حصہ اوّل

علمائے دیوبند حقیقت کے آئینہ میں

تقویۃ الایمان پر اعتراضات

پہلا اعتراض یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بس ایسا ہی ہے جیسے اپنے بڑے نسبی و حقیقی بھائی کا (نعوذ باللہ منہ)

جواب یہ اعتراضات بالکل غلط اور مولانا شہیدؒ پر صریح بہتان ہے جو اعتراض کرنے والوں کی ذہنی کجی اور سوءِ فہمی کا آئینہ دار ہے اس لیے ہم حضرت شہید علیہ الرحمۃ کی صفائی میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے

بجائے تقویۃ الایمان کی پوری عبارت کو پیش کر دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

حضرت شہید نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ آیا اور آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو درخت و حیوانات تک سبھی سجدہ کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ سجدہ کیا کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم عبادت تو اپنے رب ہی کی کرو اور اپنے بھائی یعنی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کیا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب عشرت النساء)

اس حدیث میں چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات اقدس کے لیے بھائی کا لفظ استعمال فرمایا تھا اس کے پیش نظر حضرت مولانا شہید نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لفظ "بھائی" کی یوں توجیہ فرما دی کہ:

انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے (جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سجدہ و عبادت وغیرہ صرف اللہ کے لیے ہونا چاہیئے) اور مالک سب کا اللہ تعالےٰ ہے بندگی اسی کو چاہیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا، و انبیا، امام و امام زادہ پیر و شہید اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور ہمارے بھائی (بنی نوع انسان اور مسلمان ہونے کے لحاظ سے) حقیقی و نسبی بھائی مراد نہیں ہے جیسا کہ معترضین مغالطہ دیتے ہیں) مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی

www.alahaq.com
kalahazrat@gmail.com

ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم اُن سے چھوٹے ہیں سو اُن کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ کہ خدا کی سی "

اب ناظرین خود ہی بنظر انصاف غور فرمالیں کہ مولانا شہید کا سارا زور اس خط کشیدہ ٹکڑے پر ہے اور مطلب یہی ہے کہ انسان کے ساتھ (خواہ وہ سب سے اشرف ترین و مقرب ترین انسان ہی کیوں نہ ہو) سجدہ و عبادت وغیرہ کا معاملہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ حق صرف اللہ کا ہے۔ ہاں انسان اگر مقرب و بزرگ ہے تو اس کو اس کا حق ضرور ملنا چاہیئے اور اس کا حق اس کی تکریم و تعظیم ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ اس حدیث شریف کی اس تشریح میں بالکل حق بجانب ہیں۔ انہوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان والاشان سے بال برابر بھی تجاوز نہیں فرمایا ہے۔ اگر معترضین کو بھائی کا لفظ قابل اعتراض نظر آرہا ہے تو وہ مولانا شہید کا اپنا لفظ نہیں ہے بلکہ خود سرور دو عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا لفظ ہے ایسی صورت میں جن صاحب کو کوئی اعتراض ہوگا تو وہ درحقیقت حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر نہ ہوگا بلکہ خود جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

معترضین اس مقام پر مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اُس کو سمجھنے کے لیئے "بھائی" کے لفظ پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ "بھائی" کا لفظ کئی صورتوں میں بولا جاتا ہے۔ ایک تو نوعی

تعلق کی بناء پر اس لحاظ سے سارے بنی نوع انسان انسان ہیں۔ دوسرے ملکی و وطنی تعلق کی بناء پر جیسے سارے ہندوستانی بھائی ہیں۔ چوتھے اُستاد و پیر وغیرہ کے تعلق کی بناء پر اس لحاظ سے ایک استاد کے دو شاگرد استاد بھائی۔ ایک پیر کے دو مرید پیر بھائی کہلاتے ہیں۔ پانچویں ماں باپ کے تعلق کی بنا پر اس اعتبار سے ایک باپ کے دو بیٹے آپس میں بھائی ہیں۔

معترضین نے اس موقعہ پر بھائی کے لفظ میں گڑبڑ پیدا کر دی۔ ظاہر ہے کہ حدیث شریف میں بھائی کے لفظ سے صرف دینی بھائی یا نوعی بھائی یا وطنی بھائی مراد ہے حقیقی بھائی مراد نہیں ہے لیکن معترضین نے لوگوں کو یہ باور کرانیکی کوشش کی ہے کہ مولانا شہید حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو محض اپنے بڑے بھائی (نسبی) جیسا سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

اس جگہ یہ حقیقت بھی مخفی نہ رہنی چاہیئے کہ "بھائی" کا لفظ زبان رسالت سے صرف اسی ایک حدیث میں نہیں آیا ہے بلکہ متعدد دوسری حدیثوں میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب الطہارۃ فصل نمبر ۳ میں وہ حدیث شریف ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں کے دیکھنے کی خواہش و آرزو ظاہر فرمائی تو آپ کے اصحاب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ تو میرے اصحاب (ساتھی) ہو اور ہمارے بھائی تو وہ مسلمان ہیں جو ابھی دُنیا میں نہیں آئے۔ اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے فرمایا کہ اسلام میں تم میرے بھائی برادر

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

میں تمہارا بھائی ہوں۔ (زرقانی ص۲۳۰ ج ۳)

ان احادیث کے علاوہ قرآن شریف میں تمام ایمان والوں کو بھائی کہا گیا ہے اور بہت سے پیغمبروں کے تذکروں میں ان کو ان کی اُمت کا بھائی کہا گیا ہے حالانکہ ان کی قوم میں مشرک و کافر سب ہی تھے۔

اس موقعہ پر "فاضل بریلی" کے لائق شاگرد صدر الافاضل جناب مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے اس جواب کا ذکر بھی ضروری ہے جو انہوں نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو بھائی محض تواضع کے لحاظ سے فرما دیا ہے۔ کیا خوب! آپ حضرات بدنام تو کرتے ہیں علمائے دیوبند کو کہ یہ لوگ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ درحقیقت آپ ہی لوگ اس مرض کا شکار ہیں اسی لیے یہ رسمی اور غیر واقعی تواضع آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کر دی اور یہ خیال کیا کہ جیسے لوگ اپنے آپ کو "حقیر فقیر"[1] وغیرہ لکھتے اور کہتے ہیں اسی طرح محض رسماً آپؐ نے بھی ایسا ارشاد فرمایا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے واقعہ کے خلاف کوئی کبھی تواضع نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ ہمارے جیسے صرف انسان نہ تھے بلکہ آپؐ خدا کے قاصد و رسول تھے لوگوں کو ہر قسم کے مسائل و اخلاق اور آداب کی تعلیم کے لیے آپ دُنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپؐ کو اپنے مرتبہ کی بھی تعلیم دینی تھی اپنے ادب و تعظیم کا بھی حکم دینا تھا اسلئے واقعہ کے

[1] بلکہ بعض لوگ تو "سگِ بارگاہ" فلاں بھی لکھتے ہیں۔ ۱۲ ابوصہیب

خلاف آپ تواضع کیسے فرما سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے بلا تکلف و تصنع اپنے آپ کو "سید ولد آدم" (اولاد آدم کا سردار) بھی فرمایا۔ اپنے اوپر درود و سلام بھیجنے کا حکم بھی دیا لہٰذا اس سرداری کے باوجود جو آپؐ نے "بھائی" فرمایا تو گویا آپؐ نے اخوت و مساوات کا ایک بیش بہا نکتہ ارشاد فرمایا مگر یہ صدر الافاضل اس کو محض رسمی و غیر واقعی تواضع قرار دے کر اس عظیم نکتہ کی قدر و قیمت گھٹانا چاہتے ہیں۔

الغرض ہم نے ناظرین کے سامنے تقویۃ الایمان کی اصل عبارت نقل کر دی اسکی تائید میں دوسری احادیث و آیات کے اشارے پیش کر دیئے جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ ان معترضین کا یہ اعتراض بالکل لغو اور غلط ہے اور مولانا شہید اس تہمت سے بالکل بری ہیں اور آپ نے جو کچھ آنحضرتؐ کے متعلق لکھا ہے وہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "خون کے آنسو" کے مصنف جناب علامہ مشتاق میری جسارت معاف فرمائیں تو عرض کروں کہ اس قسم کے موقعہ پر یہ مصرع لکھنا شاید برمحل ہو گا کہ ؎

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی

اسی سلسلہ میں اب ہم تقویۃ الایمان کی چند عبارتیں اور پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے اندازہ ہو گا کہ حضرت شہید جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے ملاحظہ ہو۔

(الف) سب اولیاء انبیاء کے سردار پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ (تقویۃ الایمان، ص۱۱)

(ب) ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں ان کا مرتبہ سب سے بڑا

kalahazrat@gmail.com

ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللہ کی راہ سیکھنے میں سب
اُن کے محتاج ہیں۔ صـ ۶۴۔

(ج) اللہ کے رسول پر یقین (ایمان) لانا یہ ہے کہ اس کو اللہ کا رسول اور بندہ مقبول، سب مخلوق سے کمالات اور خوبیوں میں افضل جانے اور جو بات رسولؐ فرمادے اسکو بجا لانے میں اللہ کی مرضی سمجھے اور رسول کے حکم کو سب مخلوق کے حکم سے مقدم کرے اور اسمیں اپنی عقل ناقص کو دخل نہ دے اور اُسکے مقابلہ میں کسی کا حکم نہ مانے اور اسکے فرمودہ (فرمائے ہوئے کلام) کو برحق جانے، پھر اس بات میں ایسا مضبوط ہو جائے کہ کبھی شبہ نہ آئے۔ صـ ۶۹

اب ناظرین خود غور فرمالیں کہ کیا کسی نسبی بڑے بھائی کے یہ احکام ہیں جو اوپر بیان ہوئے اور کیا کسی بڑے بھائی کا یہی درجہ و مرتبہ ہے اور اسکا بھی جائزہ لیں کہ کیا اہلِ بدعت" اور "دین مجدی" کے پیرو اپنے بڑے بھائیوں پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیتے ہیں۔

اب امید یہی ہے کہ معترضین کو مولانا شہیدؒ پر اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہ رہنا چاہیئے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے ان کا تو سارا غصہ مولانا شہید ہی پر ہے جنہوں نے انکی ساری سکیم فیل کردی ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ منہ) عضو معطل ہے اور نکما قرار دیکر کھلے بندوں اس قسم کے اشعار اور ایسے ہی خیالات انکا رواج کرنا چاہتے تھے ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

دوسرا اعتراض

اسی تقویۃ الایمان پہ ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں حضرت رسول اکرم سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ معاذ اللہ) چمار سے ذلیل لکھا ہے۔

جواب

پہلے اعتراض سے زیادہ کھلا ہوا یہ دوسرا بہتان ہے جو علامہ شہید علیہ الرحمۃ پہ لگایا گیا ہے جیسا کہ ناظرین کو آئندہ سطور سے بخوبی واضح و ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت شہید کی صفائی اور تقویۃ الایمان کی اصل عبارت پیش کرنے کے بعد ہم چند بزرگانِ دین کی بھی کچھ عبارتیں نقل کریں گے جن سے اندازہ ہو جائیگا کہ حضرت شہید نے اگر کوئی جرم کیا ہے تو وہ تنہا مجرم نہیں ہیں یہ جرم ان سے پہلے دوسرے بزرگانِ دین سے بھی ہوا۔

حضرت شہید کی عبارت پوری پوری (اپنے سیاق و سباق کے ساتھ) یہ ہے حضرت شہید نے قرآن شریف سورہ لقمان کی ایک آیت اور ترجمہ لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ:-

"اللہ نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو اُنہوں نے سمجھا کہ بے انصافی (ظلم) یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق (یعنی اسکی عبادت و بندگی) اس کی مخلوق کو دیا (یعنی اسکی بندگی میں کسی اور کو شریک کر لیا) تو بڑے سے بڑے (اللہ) کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پہ رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہو گی اور یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان صـ ۶۶)

اب دُوسرے بزرگان دین کی بھی عبارتیں ملاحظہ ہوں :۔

۱ ۔ (الف) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف صـ٥٩ میں فرماتے ہیں لَایَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنُ النَّاسِ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرْ (کسی انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اُس کو سارے لوگ اُونٹ کی مینگنی کی طرح ذلیل و حقیر نہ دکھائی دیں)۔

(ب) سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا، قدس سرہٗ فرماتے ہیں "ایمان کس تمام نہ شود تا ہمہ خلق در نزدیکی او ہچو پشک شتر نماید۔"

(سیرۃ الاولیاء صـ٤٤٨)

(ج) سلطان المشائخ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے ملفوظات میں انکے خلیفہ حضرت امیر حسن علامہ سنجری یوں نقل فرماتے ہیں کہ آدمی کا ایمان اسوقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت (مخلوق) مچھر سے بھی کم حقیقت نہ ہو جائے ۔

(ترجمہ فوائد الفواد صـ٨٢، ٨٣ ج ٣)

۲ ۔ اگر معترضین کو صرف حضرت شہید سے بغض و دشمنی نہیں ہے تو ان بزرگوں پر بھی کفر کا فتوے لگائیں ورنہ ان عبارتوں میں اور حضرت شہیدؒ کی عبارت میں فرق ظاہر کریں ۔

۳ ۔ ناظرین کرام ! انصاف فرمائیں کہ حضرت شہیدؒ کی عبارت میں اور ان بزرگان دین کی عبارات میں کیا فرق ہے ؟ اور یہ بھی دیکھ لیں کہ ان عبارتوں میں سے کسی ایک عبارت میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کا سوال ہی

پیدا کب ہوتا ہے کیونکہ ان میں کہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تک تو نہیں آیا اس لیے حضرت شہیدؒ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کا اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ۔ حضرت مولانا شہید نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ تمام مخلوق کی عظمت کا مرتبہ (اگرچہ قرب خداوندی میں دُوسروں کے لحاظ سے کیسا ہی عظیم ہو) اس وحدہٗ لاشریک اور خدائے قدوس کے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی نہیں رکھتا جو کسی بڑے سے بڑے انسان کے مقابلہ میں کسی معمولی انسان کی ہوتی ہے مثلاً جو حیثیت کسی بادشاہ کے سامنے چمار کی ہو سکتی ہے کیونکہ بادشاہ اور چمار میں تو بہت سی باتیں مشترک ہیں ۔ مثلاً یہ کہ دونوں مخلوق ہیں ، انسان ہیں ، محتاج ہیں ، کھاتے پیتے ، سوتے جاگتے ہیں ۔ مرض و آفات میں مبتلا ہوتے ہیں ، دونوں پر نیند اور موت طاری ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن ان کے برخلاف خدا و بندہ یا خالق و مخلوق میں تو ایک بات بھی مشترک نہیں ۔ کوئی بندہ کسی طرح خدا نہیں ہو سکتا ۔ کوئی مخلوق خالق نہیں بن سکتا ۔ لیکن کوئی چمار انقلاب زمانہ سے بادشاہ بن کر تخت و تاج کا مستحق ہو سکتا ہے ۔ اسی فرق کو ذہن نشین کرنے کے لیے مولانا شہید نے خالق کی جگہ بادشاہ اور مخلوق کی جگہ چمار کو رکھکر ایک مثال دی اور فرمادیا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے " حضور کا تو اس میں نام تک نہیں آیا ۔

اسی طرح تقویۃ الایمان میں ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں : ہمارا خالق جب اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا ہے تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کام پر اسکو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

کا تذکرہ کیا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۹)

دیکھیے اس عبارت میں کہا گیا [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے لیے ادنیٰ سا اشارہ نہیں ہے مگر [illegible] حضرت اور ان کے چھوٹوں کو اصرار ہے کہ ان عبارتوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے اور یہ اصرار اسقدر شور و غل کے ساتھ ایسے [illegible] انداز میں ہوا کہ عام طور پر لوگ اسی طرف توجہ ہو گئے اور بھولے سے [illegible] کہ ہو نہ ہو اسمیں کچھ شائبہ تنقیص ضرور ہے حالانکہ صورت واقعہ [illegible] آگئی اور روز روشن کی طرح یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ حضرت شہید کی [illegible] بالکل بے غبار اور اصولی ہے اور اسمیں کسی بھی ذات سے تعرض نہیں کیا گیا چہ جائیکہ [illegible] دو عالم کی ذات [illegible] سے اور اگر وہ عبارت قابل اعتراض ہو سکتی ہے تو پھر کوئی [illegible] بزرگان دین کیساتھ "مفتیان بریلی" کوئی [illegible] رعایت برتیں ہم [illegible]

یہ کتنا [illegible] کہ یہاں پہنچ کر بعض ناظرین کو یہ خلش پریشان کرے کہ اگر حضرت شہید کی عبارت [illegible] تو آخر کیا وجہ ہے کہ "فاضل بریلی" جیسے [illegible] عقلمند ہو کر حضرت [illegible] اور دوسرے بزرگوں کی عبارتوں کیوں [illegible] تو ایسے [illegible] کے لیے ہم وہ حقیقت بھی آج بے نقاب کیے دیتے ہیں جس نے [illegible] حضرت شہید کو اس درجہ دشمن اور ناقابل معافی مجرم بنا دیا ہے۔

تنبیہ:

حضرت شہید نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں "چوہڑے چمار" کا لفظ کئی

جگہ استعمال کیا ہے جس سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اُن کا کوئی اصطلاحی لفظ ہے۔ لہٰذا اس بات کی تصدیق کے لیے ہم نے ان کی کتاب کا اول سے بغور مطالعہ کیا تو فصل اول ہی میں ہم کو ایک جگہ اُن کی یہ عبارت نظر آئی:

"ایک تقصیریں (غلطیاں) اس ڈھب کی ہیں جن میں بغاوت نکلتی ہے جیسے کوئی امیر یا وزیر یا چودھری قانون گو کو یا "چوہڑے چمار" کو بادشاہ بنا دے یہ تقصیر سب تقصیروں سے بڑی ہے۔" ص ۱۳

یہ پہلا مقام ہے جہاں "چوہڑے چمار" کا لفظ آیا ہے نیز یہاں پر اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور الفاظ بھی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ اسی مقام پر ایک حاشیہ بھی ہے جس میں ان الفاظ کی یوں تشریح کی گئی ہے۔

"امیر و وزیر سے انبیاء اولیاء مراد ہیں اور چودھری قانون گو سے صوفی و فقہاء مقصود ہیں اور "چوہڑے چمار" سے بدعتیوں کے زندہ پیر منظور ہیں۔"

(حاشیہ تقویۃ الایمان ص ۱۳)

اس حاشیہ کے بعد ناظرین کو کچھ سمجھانے کی مطلق ضرورت نہیں رہ جاتی آپ حضرات نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا کہ چونکہ حضرت شہید نے ان "بدعتی زندہ پیروں" کو "چوہڑے چمار" سے مثال دی تو ان کے تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی مگر مشکل یہ بھی کہ یہ اپنے نام پر استغاثہ و فریاد کرتے تو اس کا سننے والا کوئی نہ تھا کیونکہ سب کو اپنی حقیقت معلوم تھی۔

ع کس نمی پرسد کہ بھیا کیا ہوا

اس صورت میں اپنی بات سنوانے اور لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی صورت

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

یہی صورت ممکن تھی کہ مسلمانوں کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر
اُبھارا جائے اور آپ کی آڑ میں اپنی لگی بجھائی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہی
ترکیب اختیار کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس کو زبردستی موضوع بحث
بنا دیا اور آپ کی عظمت و حرمت کا مسئلہ کھڑا کر دیا ورنہ حضرت شہیدؒ نے بھی تو و
تحریر فرمایا ہے جو حضرت سہروردی اور شیخ دہلوی نے ارشاد فرمایا ہے۔ مگر
اب تو ہم کو ان اہل بدعت کی طرف سے یہ اندیشہ بھی ہے کہ وہ حضرت شہید
کی دشمنی و ضد میں کہیں ان بزرگانِ دین کے خلاف بھی فتوے صادر نہ کر دیں
اس لیے ہم چند تائیدیں اور پیش کرتے ہیں۔

(الف) صاحب معالم اور صاحب مدارک نے آیت قرآنی (ان کل من فی
السمٰوات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبداً) کی تفسیر میں "عبداً" کے معنی یہاں
ذلیل و عاجز کے لکھے ہیں۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہو گا۔

"آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے سامنے ذلیل و عاج
بن کر حاضر ہوتا ہے۔"

(ب) صاحب تفسیر حقانی (جن کو دیوبندی یا وہابی بھی نہیں کہا جا سکتا) ا
تفسیر میں اسی آیت بالا کے تحت لکھتے ہیں:۔

"آسمانوں اور زمین میں سب مخلوق اس (خدا) کے سامنے غلاموں
طرح دست بستہ ہے۔"

اچھی طرح دیکھ لیجئے کہ مفسر حقانی نے سب مخلوق کو دست بستہ (ہ
باندھے ہوئے) غلاموں سے تشبیہ دی ہے کہ نہیں؟ تو کیا اس کو بھی نعوذ باللہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص پر محمول کر کے کفر کا فتوے ان پر بھی لگایا جائے
تو کس کس پر فتوے ہو گا۔

(ج) اسی طرح آیت قرآنی انا عرضنا الامانتہ الایۃ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ہم
نے ایک امانت (پابندی فرائض) کو آسمانوں، زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو ان سب
نے اس کو اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اُٹھا
لیا۔ بیشک وہ انسان بہت ظالم و جاہل ہے۔ (پارہ ٢٢، رکوع ٦)

اس آیت مذکورہ کے ترجمہ میں اعلیحضرتؒ فاضل بریلی" نے جہولاً کا ترجمہ
نادان فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اعلیحضرت کی منطق کی رُو سے اس آیت کے
ترجمہ سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف یہ کہ تنقیص ہوتی ہے کیونکہ
امانت اُٹھانے والے انسانوں میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں
بلکہ اُن میں سب سے اوّل ہیں۔

(د) ایک اور آیت ملاحظہ ہو وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ اس وقت کو یاد کرو (حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے
پہلے) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے
والا ہوں" (اب فرشتوں کا جواب سنئے کہ جب اُن سے اللہ تعالٰے نے اپنا
نائب مقرر کرنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا)

کیا تو ایسے کو نائب بنائیگا جو اس زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں
کرے۔" (ترجمہ اعلیحضرت فاضل بریلی)

اچھی طرح غور کے ساتھ دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالٰے نے اس موقعہ پر صرف

kalahazrat@gmail.com

"خلیفہ" کا لفظ استعمال فرمایا تھا اور اسی کے لیے فرشتوں نے "فسادی" اور
خونی ہونے کا اندیشہ بھی ظاہر کیا تھا مگر یہ بات یہاں پر نہیں کھلی تھی کہ خلیفہ سے
مراد کون ہے لہٰذا اس کی تفسیر بھی ملاحظہ فرما لیجئے :-

"یہاں "خلیفہ" سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں، اگرچہ تمام انبیاء بھی
اللہ تعالےٰ کے خلیفہ ہیں"۔

دیکھا آپ نے اس تفسیر کی رُو سے حضرت آدم علیہ السلام کو بلکہ تمام انبیاء کرا[م]
کو کس طرح "در پردہ" "فسادی" اور "خونی" کہدیا گیا کیونکہ اسی خلیفہ ہی کے لیے ت[و]
فرشتوں نے "فسادی" اور "خونی" ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا مگر ان مفسر صاحب
نے کس طرح بے دھڑک لکھ دیا کہ خلیفہ سے حضرت آدمؑ مراد ہیں اور اس پہ اُن
کے دل کو سکون نہیں ملا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت [کی]
خاطر محض آپ کو بھی شامل کرنے کے لیے یہ بھی لکھ مارا کہ تمام انبیاء بھی اللہ [تعالےٰ]
کے خلیفہ ہیں"۔

"مفتیان بریلی" ان صاحب پر بھی کوئی زوردار فتویٰ لگائیں۔ مگر سنئے ذ[را]
فتوے دینے میں جلدی نہ فرمایئے ہم سے پہلے ان مفسر صاحب کا نام نامی [بھی]
دریافت فرما لیجئے ورنہ کہیں فتوے داغنے کے بعد آپ کو کچھ دشواری و شرم[ندگی]
کا سامنا نہ کرنا پڑے تو سُنیئے :

یہ مفسر صاحب آپ سب فاضلوں کے صدر الافاضل اور استاذ العل[ماء]
جناب مولوی نعیم الدین صاحب ہیں۔

ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اس اعتراض پر "قصر بدعت" کے کنگورے زمین
بوس ہو جائیں گے اس کی بنیادیں تک ہل ہل جائیں گی بلکہ ممکن ہے کہ بعض حضرات
عالم بدحواسی میں ان فرشتوں کا نام معلوم کرنے کے لیے جنہوں نے خلیفہ کے لیے
"فسادی اور خونی" کہہ کر یہ دشواری پیدا کر دی، عالم ملکوت سے خط و کتابت
شروع کر دیں یا "سفر حرمین کی طرح" "سفر آخرت فرما دیں۔ اس لیے ایسے بدحواسوں
کے اطمینان کے لیے ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ آپ لوگ اس اعتراض سے
زیادہ پریشان نہ ہوں۔ یہ اعتراض بڑی آسانی سے دُور ہو سکتا ہے مگر اسکا
طریقہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ حضرت شہید اور دوسرے علماء حق کی صحیح عبارتوں کو
غلط معنی پہنانے سے آپ حضرات توبہ فرمالیں۔ انشاء اللہ آپ کے دلوں میں ایسا
نور پیدا ہو جائے گا کہ ساری ظلمت کافور اور سارے شبہات خود بخود دور ہو
جائیں گے مگر شرط وہی ہے کہ علمائے حق کو ناحق بدنام کرنے کے لیے
کوششیں ناکام نہ فرمائیں۔

تقویۃ الایمان پر دُوسرے اعتراض سے متعلق جو عرض کرنا تھا وہ بقدرِ ضرورت
عرض کر دیا گیا۔ اب ناظرین نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اس قسم کے جتنے
خرافات مشہور ہیں وہ سب اہل حق پر افترا اور بہتان ہیں اور یہ بھی سمجھ میں
آیا ہوگا کہ اگر اس قسم کے اعتراض پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو اس
سے صرف حضرت شہید بلکہ بہت سے بزرگانِ دین و علماء اور مفسرین
بھی کی زد میں آجائیں گے۔ نیز یہ کہ اگر کوئی سر پھرا ان بزرگانِ دین اور
مفسرین پر بھی کفر کا فتوے صادر کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے تو

kalahazrat@gmail.com

ان کا وہی بے لاگ فتوے اپنے "بڑے حضرت" اور فاضلوں کے صدر پہ
بھی صادر[1] کرنا ہوگا۔

یوں تو تقویۃ الایمان پر ان دو اعتراضوں کے سوا اور بھی چھوٹے چھوٹے کئی
اعتراضات ہیں مگر وہ اس درجہ مشہور اور قابلِ توجہ نہیں ہیں۔ ان اعتراضات کو
مخالفین کے شور و غل نے کافی مشہور اور قابلِ توجہ بنا دیا اس لیے اس مختصر سے
رسالہ میں زیادہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہم صرف انہیں دو اعتراضوں کے
جوابات لکھ کر تقویت الایمان کی بحث ختم کرتے ہیں۔ ناظرین کو ان دو اعتراضوں
کی ساری بحث پڑھ کر اندازہ ہو ہی جائیگا کہ جب مشہور اعتراضوں کی یہ حقیقت
ہے تو پھر غیر مشہور اور ناقابلِ توجہ اعتراضات کس درجہ لچر اور بودے ہونگے نیز
ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر سارے ہی اعتراضات کے جوابات ہم نے دیدیئے تو آخر
"خون کے آنسو" رونیوالوں کو "خون تھوکنے" کی نوبت کیسے آئے گی؟

صراطِ مستقیم کی بحث

تیسرا اعتراض حضرت شہید علیہ الرحمہ پر ایک اعتراض یہ ہے کہ انہوں
نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ :-

[1] اور تو اور خود جناب مشتاق نے پتہ نہیں کس حالت میں یہ لکھدیا کہ کوئی مخلوق فضل و کمال
میں کتنی ہی اعلےٰ سطح پر کیوں نہ ہو بہر حال وہ بندہ ہے مخلوق ہے وہ معبود نہیں اور خالق نہیں (خون کے
آنسو حصہ ۱) لگائیے ان پر بھی فتویٰ کہ رسول اللہ کو بھی عام مخلوق کے ساتھ ایک ہی سطح پر ظاہر کر گئے۔
(ابو صہیب)

نماز میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا (معاذ اللہ) گدھے
کے خیال آنے سے بدتر ہے بلکہ شرک ہے"۔

جواب معترضین کا یہ اعتراض بعض حیثیتوں سے افترا، بہتان ہونے میں
پچھلے دونوں اعتراضوں سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ "صراطِ مستقیم" مولانا
شہید کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ دراصل یہ کتاب مولانا کے پیر و مرشد حضرت
سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کا یہ حصہ (جسکی عبارت کو قابلِ اعتراض
ظاہر کیا جا رہا ہے) مولانا شہید کا مرتب کیا ہوا نہیں ہے بلکہ ان کے پیر بھائی مولانا
عبد الحئی صاحب (شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے داماد) کا ترتیب دیا
ہوا ہے۔ اس لیے اس اعتراض کے سلسلہ میں پہلا افترا تو یہی ہے کہ معترضین نے
اس کو صرف شہید دشمنی میں حضرت شہید کی طرف منسوب کر دیا (معترضین کی دیانت
و امانت داری کی بہت کچھ حقیقت تو اسی سے ظاہر ہو گئی) اور دوسرا افترا یہ کیا کہ
چونکہ اصل کتاب "صراطِ مستقیم" فارسی میں ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے
جان بوجھ کر اس کے لفظوں میں ایسا کھلا ہوا تغیر و تبدل کر دیا کہ اعتراض
کی گنجائش نکل سکے۔

چنانچہ ہمارا اعلان اور چیلنج ہے کہ اگر کوئی صاحب "صراطِ مستقیم" میں
وہ عبارت دکھا دیں جو اوپر اعتراض میں نقل کی گئی ہے تو اُن کو منہ مانگا انعام
دیا جائے گا۔ اس چیلنج کے ساتھ ساتھ ہم ناظرین کے مزید اطمینان کے لیے
"جراثیم الوہابیہ" نامی ایک کتابچہ کا اقتباس بھی پیش کرتے ہیں جس سے یہ
اندازہ ہو جائے گا کہ یہ حضرات اپنے کسی اعتراض کو قابلِ توجہ بنانے

kalahazrat@gmail.com

کے لیے کیسی کیسی دیانت داری اور کیسی کیسی صنعت گری سے کام لیتے ہیں ملاحظہ ہو "جراثیم الوہابیہ" ص ۲ پر وہابیوں کا ایک عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے:

عقیدہ ۵ : وہابیہ کے نزدیک نماز میں رسول پاک کا تصور اور خیال آجانا اپنے گائے اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی امام الوہابیہ اپنی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:۔

نماز میں پیر اور اس کے مانند اور بزرگوں کی طرف خیال لے جانا اگرچہ جناب رسالتمآب ہوں کتنے ہی درجوں اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔" (صراط مستقیم ص ۸۶ بحوالہ جراثیم ص ۲)

اس اعتراض کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہم کو "صاحب الجراثیم" مفتی مالوہ کی وہ قیمتی خیانت دکھانی ہے جو انہوں نے "صراط مستقیم" کی عبارت کا ترجمہ کرنے سے قبل اس کا خلاصہ پیش کر کے وہابیوں کا عقیدہ بتانے میں برتی ہے۔ سنئیے!

"صراط مستقیم" میں اس موقعہ پر ایک خاص اصطلاحی لفظ "صرف ہمت" آیا ہے جس کے اصل معنی یا تو "مفتی مالوہ" کو معلوم نہ تھے یا جان بوجھ کر انجان بن گئے اور کسی طرح بڑی کوشش کے بعد اس کا ترجمہ انہوں نے "خیال لیجانا" کیا مگر بعد میں ان کو خیال آیا کہ شاید یہ لفظ "خیال لے جانا" عبارت کو قابل اعتراض بنانے کے لیے موزوں نہ ہو۔ (کیونکہ مفتی صاحب خواہ بالکل ہی مفتی کیوں نہ ہوں بلا قصد وارادہ "خیال آنے" اور قصد وارادہ کے ساتھ خیال لے جانے کے فرق سے بے خبر نہ ہوں گے) لہٰذا آپ خاص فکر واہتمام سے

اس سے تحریف وتبدیل کی طرف متوجہ ہو گئے (گویا آپ نے اس مقصد کے لیے "صرف ہمت" فرمائی) اور آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر "خیال لے جانے" کی بجائے "خیال آنے" کی بات کی جائے تو اس معمولی فرق پر تو شاید کوئی غور بھی نہ کرے اور اپنا مقصد نکل آئے گا کہ اعتراض کی صورت بن جائے گی۔ چنانچہ آپ نے فوراً وہابیوں کا عقیدہ بیان کرتے وقت اس کا خلاصہ یہ لکھ دیا کہ وہابیوں کے نزدیک نماز میں رسول پاک کا تصور اور خیال آجانا اپنے گائے اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔

غور فرمائیے کہاں تو "صراط مستقیم" کا وہ قیمتی لفظ "صرف ہمت" (جس کی تشریح آگے آتی ہے) اور کہاں مفتی مالوہ کا یہ سستا بلکہ بالکل مفتی ترجمہ (خیال لیجانا) اور کہاں بالکل بدلا ہوا اور گمراہ کن خلاصہ "خیال کا آجانا" کہ ہر وہ شخص جو ذرا بھی غور کرے بیساختہ کہدے کہ یہ خلاصہ تو صراط مستقیم (سیدھے راستے) سے بالکل ہٹا ہوا ہے جس کو اس کے اصل لفظ سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "مفتی مالوہ" اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی رسائی "صرف ہمت" جیسے بلند لفظ تک نہ ہو سکی تو انہوں نے (ذہین ہیں) پہلے اسکا "خیال کا لیجانا" کر دیا مگر جب اس پر بھی بات بنتی نہ دکھائی دی تو جھٹ اس کو بدل کر "خیال آجانا" کہہ دیا جس کو صراط مستقیم کا خلاصہ بتا گیا، طرز درست نہیں البتہ اس کو خود مفتی مالوہ یا دوسرے معترضین کا خلاصہ کہا جائے تو بالکل مناسب اور بالکل بجا ہے۔

kalahazrat@gmail.com

اب ہم چاہتے ہیں کہ پہلے "صرف ہمت" کی تفسیر و تشریح کر کے "صراط مستقیم" کی
اصل عبارت اس کے صحیح مطلب کے ساتھ پیش کر دیں۔

"صرف ہمت" میں دو لفظ ہیں ایک "صرف" دوسرا "ہمت"۔ صرف کے
معنی ہیں مبذول کرنا صرف کرنا۔ خرچ کرنا (جیسا کہ عام طور پر رائج ہے) اور
ہمت ایک صوفیانہ اصطلاح ہے جس کی تشریح تصوف کے مشہور رسالہ
القول الجمیل سے نقل کی جا رہی ہے۔

ہمت کے معنی ہیں تمنا و آرزو اور خواہش و طلب کے طور پر دھن اور
دھیان کے ساتھ اپنے دل کو پوری طرح یکسو کر لینا اور اپنی توجہ کو اس درجہ
پختہ و مضبوط کر لینا کہ اس وقت دل میں اس مطلوب کے سوا جس کی طرف
توجہ اور دھیان ہے کسی اور چیز کا خیال اور وسوسہ بھی نہ آئے (اسکی مثال
یوں سمجھئے) جیسے کسی پیاسے کو سخت پیاس کے وقت صرف پانی ہی کا دھیان
اور اسی کی دھن ہوتی ہے۔

(القول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ)

اب دونوں لفظوں (صرف و ہمت) کے ملانے سے یہ معنی ہوئے کہ اپنی
توجہ و فکر کو پوری طرح اپنے مطلوب کی طرف پھیر دینا ہر چیز سے ہٹا کر اور الگ
کر کے صرف ایک مطلوب کی طرف پوری طرح متوجہ کر دینا۔

"صرف ہمت" کے الگ الگ اور دونوں کو ملا کر ان کے مجموعی معنی معلوم
ہونے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ "یہ صرف ہمت" ایک اصطلاحی لفظ ہے جو صوفیوں
کے یہاں، ایک خاص قسم کے شغل کے لیے بولا جاتا ہے جس کو وہ حضرات "شغل رابطہ"

اور "شغل برزخ" بھی کہتے ہیں اس صوفیانہ شغل کا تعلق کبھی کبھی اپنے شیخ
یا کسی اور بزرگ یا خود جناب رسالتمآب سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ بھی قائم کر لیا جاتا ہے جیسا کہ القول الجمیل میں ہے۔ اپنے دل کو پیر
کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور اس (شیخ) کی طرف سے فیض کا
منتظر رہے اور اپنی آنکھوں کو چاہے بند رکھے یا کھلی رکھے (مگر اس طرح کہ
اس وقت) شیخ کی آنکھوں کے بیچ میں ٹکٹکی لگائے رہے۔ پھر جب شیخ کیطرف
سے کچھ فیض آئے تو پوری یکسوئی اور "جمیعت قلب" کے ساتھ اسکو قبول
کرے اور اسکی نگرانی رکھے کہ وہ فیض جانے نہ پائے (اور اگر مرشد اس
وقت موجود نہ ہو تو اس کی صورت کو محبت و عظمت کے ساتھ اپنی آنکھوں
کے سامنے (موجود) تصور کرے۔ اس صورت میں مرشد کی یہ خیالی صورت
بھی وہی فیض پہنچائے گی جو شیخ کی ہم نشینی پہنچاتی ہے۔

یہ تشریح جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے القول الجمیل میں
تحریر فرمائی ہے۔ اب آیئے خود صراط مستقیم کو دیکھیں اس میں اس کی
تشریح کن الفاظ میں کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

"شغل برزخ" کی صورت یہ ہے کہ خطرات کو دفع کرنے اور کامل یکسوئی
پیدا کرنے کے لیے شیخ کی صورت کو پوری تعین و تشخص کے ساتھ اپنے خیال
میں حاضر کر لیتے ہیں اور کامل ادب و تعظیم کے ساتھ اپنی ساری توجہ و فکر کو
شیخ کی (اسی تصور میں حاضر کی ہوئی) صورت کی طرف لگا دیتے ہیں۔ اور
ایسے ہو جاتے ہیں گویا بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ شیخ کے روبرو بیٹھے ہیں اور

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

اپنے دل کو پوری طرح اسی صورت کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ (صراط مستقیم ص۸۶)۔

"شغل برزخ" اور "صرف ہمت" کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ صراط مستقیم میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی صرف ہمت کے لیے لکھا ہے وہاں یہ ہرگز ہرگز نہیں لکھا کہ نماز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک آنا گاؤ خر کے خیال سے نعوذ باللہ بدتر ہے (جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں اسکا چیلنج بھی کر چکے ہیں) کیونکہ یہ بات تو معمولی عقل والا ادنیٰ درجہ مسلمان بھی جانتا ہے کہ جب نماز میں التحیات اور آیات خطاب وغیرہ پڑھی جائیں گی تو لامحالہ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک آئیگا۔ بھلا کون ایسا مسلمان ہو سکتا ہے کہ جو اس کو غلط اور بُرا کہے۔ لہٰذا اب حقیقت بھی متعین ہو گئی کہ صراط مستقیم میں بیان کرنا یہ مقصود ہے کہ شغل برزخ یا صرف ہمت وغیرہ (یعنی کسی بزرگ کی صورت خیالی کو اپنے دل میں جما کر ادب و تعظیم کے ساتھ صرف انہیں کی طرف توجہ کرنا) نماز کی حالت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز کے لیے تو خدا اور رسول کا حکم یہ ہے کہ اس میں پوری توجہ خدا تعالےٰ کی طرف ہو چنانچہ قرآن کریم میں ہے اقم الصلوٰۃ لذکری۔ اب اگر اسی نماز میں "صرف ہمت"، بھی کیا جائے تو اس کا تقاضہ یہ ہوگا کہ ساری توجہ ان بزرگ کی طرف ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت روح نماز اور مقصد عبادت کے بالکل خلاف ہے اور نماز میں یہ شغل برزخ کرنا اس سے بھی بدتر ہے کہ انسان کو نماز میں کسی دوسری دنیاوی ذلیل و حقیر چیز کا وسوسہ آئے کیونکہ انسان کے دل میں ان چیزوں کی کوئی عزت و عظمت نہیں ہوتی اس لیے اُن

چیزوں کا وسوسہ جب بھی آئے گا تو ان کی ذلّت و حقارت کے ساتھ آئیگا۔ برخلاف شغل برزخ کی صورت کے کہ اس میں ان بزرگوں کی عزت و عظمت کیساتھ ان کے تصور کو دل میں جمالینا ضروری ہے اور نماز صرف اللہ تعالےٰ کی عزت و عظمت پر مشتمل ہونی چاہیئے۔ اس میں کسی اور کی ادب و تعظیم کرنا اور ہر طرف سے اپنے دھیان کو ہٹا کر کسی معظم بزرگ ہستی کی طرف لگا دینا اور یہ تصور کرنا کہ میں ان بزرگ کے سامنے کھڑا ہوں اور ان کو رکوع و سجدہ کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ نماز کی حالت میں تو اس کی اجازت کوئی بھی نہ دے گا۔ پھر سید احمد شہید یا مولانا شہید کا آخر کیا قصور ہے کہ ان کو اس فتوے پر اسلام سے خارج کیا جا رہا ہے۔

صراطِ مستقیم کا موضوعِ بحث معلوم ہو جانے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اصل فارسی عبارت بھی اس کے صحیح ترجمہ و مطلب کے ساتھ پیش کر دیں۔ ملاحظہ ہو صراط مستقیم کی عبارت یہ ہے :۔

"صرف ہمت" بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود ست کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آنقدر چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مُہان و مُحقّر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد۔

ترجمہ :۔ اپنے شیخ یا کسی اور بزرگ ہستی کی طرف (خواہ جناب رسالتمآبؐ ہی

kalahazrat@gmail.com

ہوں) صرف ہمت کرنا (یعنی اپنی توجہ کو ہر طرف سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہٹا کر صرف اسی بزرگ کی طرف لگا دینا) گاؤ خر کے خیالات میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس صورت میں ان بزرگوں کا یہ تصور اور دھیان (جو شغل برزخ کے ذریعہ حاصل ہوا ہوگا) نہایت عزت و عظمت کے ساتھ دل کے اندرون حصہ میں جگہ پکڑ لیگا۔ (اور چونکہ ان بزرگوں کے ساتھ محبت و عظمت کا تعلق ہے اس لیے دل پوری طرح ان میں محو ہو کر لطف اندوز ہونے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بالکل غفلت اور بے توجہی ہو جائے گی (جو روح نماز اور مقصد عبادت کے بالکل خلاف ہے)، بخلاف دوسری ذلیل و حقیر دنیاوی چیزوں کے جن سے نہ تو دل کو ایسا لگاؤ ہی ہوتا ہے اور نہ ان کی کوئی عزت و عظمت کا کوئی تصور ہی ہوتا ہے کہ ان کی عظمت خدائے معبود (جس کی نماز پڑھی جا رہی ہے) کی عظمت پر غالب آکر اس کی جگہ چھین لے بلکہ ان ذلیل چیزوں کا تو تصور بھی ان کی ذلت و حقارت کے ساتھ دل میں آتا ہے اور نہ گزر جاتا ہے یا انسان خود ہی ان کی ذلت و حقارت کے پیش نظر اپنی نماز کو ان ذلیل تصورات سے پاک کر لیتا ہے اور اس غیر اللہ کی عزت و عظمت جسکو نماز میں ملحوظ و مقصود بنا لیا گیا ہے۔ بعض صورتوں میں شرک تک پہنچا دیتی ہے (جیسا کہ عموماً مشرکین اسطرح اپنے بزرگوں کی بیجا تعظیم کرتے کرتے ان کو مقصود و معبود بنا کر کھلے شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں)

یہ ہے "صراط مستقیم" کی اصل عبارت اور اسکا صحیح ترجمہ و مطلب اب ناظرین غور فرمالیں کہ اس میں شروع سے آخر تک صوفیوں کے شغل برز[خ]

کی بحث ہے جس کے لیے "صرف ہمت" کا لفظ آیا ہے اس میں کہیں بھی یہ نہیں کہ کہ نماز میں آنحضرت کا خیال پاک آجانا گاؤ خر کے خیال سے بدتر ہے بلکہ ان معترضین کے اعتراض کے بالکل برعکس اس میں تو یہ تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو:-

"ہمارے بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان مندرجہ بالا چیزوں (یعنی شیخ و دیگر معظمین) کا یہ خیال آجانا برا ہے (نہیں بالکل نہیں) بلکہ صرف ہمت اور شغل برزخ ضرور (غلط اور) مخلص لوگوں کے خلوص کے خلاف ہے۔ ہاں اگر یہ چیزیں (بلاقصد و صرف ہمت) خدا کی طرف سے فیضان کے طور پر وارد و حاصل ہوں تو یہ ان بڑے انعامات میں سے ہیں جو خدا کی طرف سے صرف خلوص والے بندوں کو عطا ہوتے ہیں"۔ (صراط مستقیم)

دیکھئے کس قدر صاف لفظوں میں ارواح (انبیاء، اولیاء) کے فیضان کو [خاص] انعام الٰہی" کہا گیا ہے مگر اب اس کو معترضین کی ہٹ دھرمی کہیئے یا کچھ [او]ر کہ وہ ان تمام تفصیلات و تشریحات سے اپنی آنکھیں بند کر کے صرف اپنی [ہ]ی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ آپ لاکھ کہئے کہ بھائی میرے! ذرا انصاف کرو [صراط م]ستقیم میں کہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک اور تصور پاک کے [آنے] کو برا نہیں لکھا گیا ہے بلکہ وہ چیز دوسری ہے وہ تصوف کی ایک اصطلاحی [ب]حث ہے اگر تم اس سے واقف نہیں ہو تو اس بحث میں نہ پڑو۔ مگر [صاح]ب یہ لوگ آپ کی ایک بات بھی نہ سنیں گے اور کہیں گے نا صاحب ہم [تو] اپنے مطلب کی بات دیکھتے ہیں۔ پوری بات اور صحیح بات جب ہمارے [حض]رت نے نہیں دیکھی تو ہم کس طرح ان کے خلاف کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے

kalahazrat@gmail.com

"بریلی والے" بڑے حضرت جب تک زندہ رہے انہوں نے اسی طرح اپنی زندگی گزار دی اور جب آخری وقت ہوا تو ہم کو یوں وصیت بھی کر گئے کہ :-

" میرا دین و مذہب جو میری کُتب سے ظاہر ہے اس پر قائم (ڈٹے) رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے "

لہٰذا ایسی صورت میں ان معترضین کے لیے اس کے سوا ہم اور کیا کر سکتے ہیں کہ ان کے لیے صراطِ مُستقیم ملنے کی دُعا خیر کریں ہاں وہ سیدھے سادے مسلمان جو ان لوگوں کے مغالطوں کا شکار ہو جاتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالےٰ اس تحریر سے ضرور مطمئن ہو کر حضرت شہیدؒ وغیرہم کی طرف سے بالکل صاف دل ہو جائیں گے۔

صراطِ مستقیم میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی مزید توضیح کے لیے ہم آپ سے ایک سوال کر کے اس کا جواب چاہتے ہیں وہ سوال یہ ہے :-

" اگر کوئی شخص نماز پڑھتے وقت یہ تصوّر اور دھیان نہ رکھے کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے میں نماز پڑھ رہا ہوں اور اسی کو رکوع و سجدہ کر رہا ہوں بلکہ یہ تصوّر جمالے اور دھیان قائم کرے کہ مَیں حضورِ پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوں انہیں کو رکوع و سجدہ کر رہا ہوں تو اس شخص کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے ؟

ظاہر ہے کہ آپ اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اسمیں اس حد تک غیر اللہ کو مقصود و ملحوظ بنا لینا روحِ نماز کے منافی ہے بات حل ہو گئی کہ صراطِ مستقیم میں بھی اسی صورت پر کلام کیا گیا ہے صرف خیال آ جانے کی بات وہاں زیرِ بحث ہے ہی نہیں ۔

تحذیر النّاس اور ختمِ نبوّت کی بحث

چوتھا اعتراض

معترضین کا ایک اعتراض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "تحذیر النّاس" پر ہے اعتراض کا مفہوم و خلاصہ یہ ہے کہ مولانا نے اپنے اس رسالہ میں جناب سرورِ عالم فخرِ بنی آدم خاتم الانبیاء والمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی "ختمِ نبوّت" کا انکار کیا ہے آپ کو سب سے آخری نبی نہیں مانا ہے (نعوذ باللہ منہ)

جواب :- خدا جانے کیوں جی چاہتا ہے کہ اس اعتراض کا جواب قدرے اس شعر کے ساتھ اس شعر سے شروع کیا جائے۔

جنوں کا نام خرد پڑ گیا، خرد کا جنوں جو چاہے آپ کی عقل کرشمہ ساز کرے

تفصیلی جواب تو ہم سطورِ آئندہ میں پیش کر رہے ہیں اس وقت اس شعر کو یہاں لکھنے کا جواز ظاہر کرنے کے لئے مختصراً اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مولانا نانوتوی نے اپنے اس شاہکار علمی رسالہ میں مسئلہ ختمِ نبوت کو ایسے عمدہ اور مکمل طور پر ثابت فرمایا ہے جس کی ہوا بھی ان معترضین کو خواب میں نہ لگی ہو گی مگر کیا کیجئے جب کوئی عمدہ چیز نا اہل کے پاس پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے ساتھ اسی قسم کی حرکت کرتا ہے۔ جیسی ان لوگوں نے تحذیر النّاس رسالہ کے ساتھ کی بجائے اس کے کہ اس کے مضامین پر وجد کرتے اور دل سے حضرت نانوتویؒ کے ممنون ہوتے کہ مسئلہ ختمِ نبوت پر اعتراض کا جواب ہمیشہ کے لئے دے گئے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

مگر افسوس کہ ان سب نے یہ کچھ نہ کیا بلکہ الٹا ان کو ختم نبوت کا منکر اور کافر بنا کر اپنی عاقبت سنوارنے میں لگ گئے۔

تفصیلی جواب: جواب لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم معترضین سے ان کے اعتراض کا ثبوت طلب کریں کہ بتائیے مولانا نے یہ بات کہاں لکھی ہے؟ تو سنئیے۔

معترضین کی طرف سے اعتراض کے ثبوت میں جو عبارت پیش کی جاتی ہے وہ دراصل اس پوری جماعت بریلویہ کی دیانت وامانت کا ایک نادر روزگار شاہکار ہے اور اسی سے ان کے "بڑے حضرت" کی اس تجدیدی صلاحیت کا بھی قدر اندازہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بجا طور پر ان کی امت نے ان کو مجدد حاضرہ" کا شاندار خطاب بخشا ہے۔ ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا ترجمہ جو انہوں نے "حسام الحرمین" میں حضرت نانوتویؒ کی طرف منسوب تحذیر الناس سے نقل کی ہے۔

"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔"

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ آپ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

"بڑے حضرت" کا شاہکار تجدید اس عبارت میں یہ ہے کہ آپ نے اس کا پہلا ٹکڑا (یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے) حضرت مولانا نانوتویؒ کی کتاب کے صہ۱۴ سے لیا اور درمیان کے ۱۳ صفحات چھوڑ کر پھر دوسرا ٹکڑا (یعنی اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا) صہ۲۸ سے لیا اور ان دو ٹکڑوں کو ملا کر شروع کتاب صہ۳ کے اس تیسرے ٹکڑے (یعنی عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں) سے جوڑ دیا اور ایک مسلسل سی عبارت بنا دی اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ کون سی دیانت ہے؟ اور کیسی امانت؟ اور یہ کہ اگر اس طرح پر کوئی معنی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسی صورت کس کتاب میں ممکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰحضرت کی زندگی میں ان سے بارہا یہ سوال کیا گیا کہ آپ اپنی پیش کی ہوئی عبارت تحذیر الناس میں کہیں بھی اس طرح دکھا دیجئے جس طرح آپ پیش کر رہے ہیں مگر افسوس کہ دم آخر تک اس سے عاجز ہی رہے ہاں اس کا اثر اس قدر ضرور ہوا کہ ان کے پیروکار چوکنے ہو گئے اور بعد کو لکھی جانے والی کتابوں میں اس عبارت کی یہ ترتیب بدل دی گئی یعنی صفحات کی ترتیب کا یہ الٹ پھیر کہ پہلے صہ۱۴ کی

ے فاضل بریلی کی جواب دہی اور مناظروں سے عاجزی و فرار کی داستانیں پڑھنی ہوں تو الختم علی لسان الخصم، اتصاف البری اسکات المعتدی اور قاصمۃ الظہر ملاحظہ فرمائیں (ابو حبیب روی)

kalahazrat@gmail.com

عبارت پھر ص۲۸ کی پھر ص۳ ہو) تو ختم کر دیا گیا مگر درمیانی صفحات کو چھوڑ چھوڑ کر تین مختلف صفحات کے مختلف ٹکڑوں کا جوڑ توڑ بدستور قائم رہا۔ ایسی صورت میں ہم اعتراض کے جواب سے پہلے یہ تنقیح اور صفائی ضروری سمجھتے ہیں کہ علماء حق کے ان کرمفرماؤں سے یہ دریافت کرلیں کہ بتایئے "تحذیر الناس" کی اصل عبارت وہ ہے جو بریلی کے "بڑے حضرت" نے "حسام الحرمین" میں نقل فرمائی ہے یا اصل عبارت وہ ہے جو گھوسی کے صدر الشریعہ نے "بہارِ شریعت" میں نقل کی ہے۔

خدا کے لئے صاف صاف ارشاد فرمایئے کہ عبارتوں کا یہ "الٹ پھیر" جملوں کی یہ کتربیونت[ع] آپ کے مجدد صاحب کی شان تجدید کا مظہر ہے یا تحریف و تلبیس کا؟ اس کو ہم "شریعت کی بہار" تصور کریں یا "شریعت کے باہر" خیال کریں؟

اس تنقیح کے بعد اگرچہ جواب کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ جن لوگوں کی دیانت و امانت کا یہ حال ہو کہ وہ "الزام تراشی" اور کافرسازی کے شوق میں عبارتوں میں کتربیونت کر ڈالیں ایک جملہ کہیں کا دوسرا کہیں کا لے کر اس پر فتویٰ داغ دیں تو ان کے فتویٰ کی حقیقت ظاہر ہے اور ایسے فتاوے قطعاً اس قابل نہیں کہ ان کا کوئی جواب دے کر ان میں اہمیت پیدا کی جائے لیکن ہم

ع بعض جگہ تو بڑے حضرت نے "تحذیر الناس" کی عبارت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ مثلاً مولانا کی عبارت یہ تھی کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات (ذاتی طور پر) کوئی فضیلت نہیں (ورنہ بعض لحاظ سے فضیلت ہے بھی) اس کا ترجمہ بڑے حضرت نے عربی میں یہ فرمایا مع انہ لا فضل فیہ اصلاً اس کے باوجود اس میں مطلق کوئی فضیلت نہیں ہے

حجت تمام کرنے کے لئے چاہتے ہیں کہ تحذیر الناس کا ایک سرسری جائزہ لے کر ناظرین کو حقیقت حال سے باخبر کر دیں ہم پہلے تحذیر الناس کی وجہ تصنیف اور اس کی نوعیت کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اصل حقیقت اس طور پر زیادہ واضح ہو جائے گی۔

تحذیر الناس کی نوعیت دراصل یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل رسالہ یا تصنیف نہیں ہے بلکہ دراصل یہ ایک سوال کا جواب ہے ورنہ مولانا قاسم صاحب کو خدانخواستہ ایسی کوئی مجبوری لاحق نہ تھی کہ وہ بیٹھے بٹھائے بےوجہ یہ بحث چھیڑ دیتے اور وہ سوال بھی کوئی معمولی سوال نہ تھا جس کو ٹال دیا جاتا بلکہ وہ سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک سے متعلق تھا جو درمنثور وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (اختصار کے ساتھ پیش نظر ہم صرف ترجمہ یہاں پیش کر رہے ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کیں اور ہر زمین میں ایک آدم ہیں تمہارے آدم کی طرح اور نوح کی طرح اور ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کی طرح اور موسیٰ ہیں تمہارے موسیٰ کی طرح اور عیسیٰ ہیں تمہارے عیسیٰ کی طرح اور ایک نبی ہیں تمہارے نبی کی طرح۔

اس حدیث شریف کے پیش نظر ایک شخص نے مولانا قاسم صاحب سے سوال کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بتا دیا جائے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح دوسرے انبیاء جو دوسری زمینوں میں ہیں انکا زمانہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل کا زمانہ

kalahazrat@gmail.com

ہے یا بعد کا یا پھر وہی زمانہ ہے جو آپ کا ہے؟
اگر انکا زمانہ آپ سے قبل کا زمانہ ہے تو کوئی سوال ہی نہیں اگر ان کا زمانہ آپ ہی کا زمانہ ہو یا آپ کے بعد کا زمانہ ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا؟

حضرت مولانا قاسم صاحب کے جواب کا مفہوم اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "سائل نے غالباً آپ کو خاتم النبیین صرف اس لحاظ سے سمجھا ہے کہ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے۔ اور بس حالانکہ "خاتم النبیین" کا یہ مفہوم تو اس کا عام مفہوم ہے اور بات کا صرف ایک رخ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ "خاتم النبیین" در اصل ایک عہدہ اور مرتبہ کا نام ہے جو صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور خاتم النبیین کا اصلی حقیقی مصداق حضور ہی کی ذات والا صفات ہے لہٰذا اس صورت میں کسی طرح کسی حالت میں بھی کوئی دوسرا "خاتم النبیین" نہیں ہو سکتا۔

اب ہمارے محترم ناظرین خود ہی بنظر انصاف غور فرمالیں کہ مولانا نے یہ جواب دے کر ختم نبوت کو پختہ طور پر ثابت فرمایا ہے یا انکار کیا ہے۔ (جیسا کہ معترضین بہتان باندھتے ہیں) اور تعجب ہے ان معترضین کی عبارت پر کہ حضرت مولانا نے بار بار اپنی عبارت میں "اگر" "بالفرض" کا لفظ بھی استعمال کر کے گویا یہ بات صاف کر دی کہ "ختم نبوت" اپنی جگہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کے خلاف اب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ انہوں نے صـ۱۲ فرمایا کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

اسی طرح صـ۲۸ پر فرمایا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ان عبارتوں کو اچھی طرح دیکھئے اور خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمایئے کہ حضرت مولانا نے اپنا جملہ "اگر" "اور بالفرض" کہہ کر شروع کیا ہے جس کا صاف اور کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ اول بات تو یہ ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی ہو لیکن اگر بہ فرض محال ہم یہ مان بھی لیں تو بھی حقیقۃً واقعہ یہ ہے کہ اس سے آپ کے "خاتم النبیین" ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکے گا (جس کا سائل نے اندیشہ ظاہر کیا ہے) کیونکہ خاتم النبیین کا عہدہ و مرتبہ ایک ایسی خصوصی فضیلت ہے جو بہر حال آپ کو ہی حاصل ہے۔ اسی مضمون کو استاذی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اسعد رام پوری فرماتے ہیں ؎

رسالت کو شرف ہے ذات اقدس کے تعلق سے
نبوت ناز کرتی ہے کہ ختم الانبیاء تم ہو

مزید اطمینان کے لئے حضرت مولانا کی بعض دوسری عبارتیں بھی ہم نقل کرتے ہیں جن سے مولانا کا مقصد اور انکا مسلک و مذہب روشن ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

(الف) خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ صـ۳۹)

(ب) خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے

kalahazrat@gmail.com

اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا" صفحہ ۵)

(ج) بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں (صفحہ ۳۱)

اور اس حقیقت کو ذہن نشین کرانے کے لئے کہ "ختم نبوت" آپ کی ذاتی صفت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے لہٰذا دوسری زمینوں میں دوسرے انبیاء والی حدیث شریف آپ کے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ مولانا "تصفیۃ العقائد" میں یوں فرماتے ہیں کہ:۔

اس وقت (اس حدیث کے پیش نظر) اور زمینوں میں جو انبیاء آپ کے مشابہ ہوں گے ان کی مشابہت آپ سے ایسی ہوگی جیسے عکسِ آفتاب جو آئینہ میں ہوتا ہے ہو بہو آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور پھر سب جانتے ہیں کہ آفتاب اصل ہے اور عکس آفتاب اسی کا پرتو"

(تصفیۃ العقائد صفحہ ۳۱)

تحذیر الناس کی اس تشریح و تفصیل کے بعد ہم یہاں پر اس فتوی کا ذکر بھی مناسب خیال کرتے ہیں جو خاتم علمائے فرنگی محل مولانا عبدالحیٔ صاحب کے مجموعہ فتاوی جلد ۱ صفحہ ۱۷ میں موجود ہے جس میں مولانا فرنگی محلی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس اثر (حدیث) کو صحیح مانتے ہوئے تقریباً اسی انداز کا جواب دیا ہے اور یہ بات ظاہر بھی ہے کہ یہ حضرات اس کے خلاف کچھ کیسے لکھ سکتے تھے جب کہ خود حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

موجود ہے کہ اگر (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع و پیروی کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا"

یعنی اگر بالفرض ایسا ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں موجود ہوتے تو اس سے آپ کی ختم نبوت پر کوئی اثر نہ پڑتا اسی طرح قیامت کے قریب (حضور کے زمانہ کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں آنا اور آپ کی شریعت کی پابندی و پیروی کرنا تو احادیث کی رو سے مشہور ہی ہے۔

غرض کہ حضرت مولانا نے تحذیر الناس میں کسی نئے نبی کے آنے کا امکان قطعاً نہیں ظاہر فرمایا ہے بلکہ آپ کا کلام صرف انہیں انبیاء سے متعلق ہے جن کے آنے کا یا موجود ہونے کا ذکر صریح و صحیح طور پر احادیث میں موجود ہے حضرت مولانا فرنگی محلی نے بھی اپنے فتاوی میں علامہ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے علامہ سبکی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء سابق کے زمانہ میں تشریف لاتے تو ان کے رسول ہوتے۔

(مجموعۃ الفتاوی جلد ۱ صفحہ ۲۶)

اسی موقعہ پر چند سطروں کے بعد انہیں علامہ سبکی کا یہ قول بھی ہے کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت (تشریف آوری) حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانوں میں ہوتی تو سب کی نبوت و رسالت اپنی اپنی امتوں کی جانب باقی رہتی اور آپ سب کے نبی و رسول ہوتے (جلد ۱ صفحہ ۲۶)

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حضرات اوران کے بڑے حضرت آخر سب علماء کو
ایک آنکھ سے کیوں نہیں دیکھتے ؟ آخر ان عبارتوں میں اور تحذیر الناس کی عبارت
میں کیا فرق ہے ؟ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک کسی دوسرے
نبی کے ساتھ فرض کیا جا سکتا ہے۔ تو جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ۔
اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء سابق کے زمانہ میں تشریف لاتے تو ان
کے رسول ہوتے" (اس کے کہنے والے علامہ سبکی و سیوطی و مولانا فرنگی محلی ہیں)
اسی طرح یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ
اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا
بدستور باقی رہتا ہے"

(مولانا قاسم صاحبؒ)

بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو مولانا قاسم صاحب کا طرز بیان زیادہ محتاط ہے
کیوں کہ اول تو انھوں نے صرف "اگر" پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ
"بالفرض" کی قید بھی بڑھا کر رہا سہا موقع اعتراض ختم کر دیا پھر آپ نے آپ
کا خاتم ہونا بدستور باقی بتایا جس کا ذکر علامہ سبکی وغیرہ کی عبارت میں نہیں ہے
اب ان سب روشن و واضح قرائن اور دلائل کے بعد بھی اگر وہی مرغے
کی ایک ٹانگ والی صورت ہے کہ نہیں ؟ مولانا قاسم صاحب نے بھی اور ان
علماء نے بھی ختم نبوت کا انکار ہی فرمایا ہے تو از راہِ کرم ارشاد فرمایا جائے کہ
ہم لوگ اس حدیث شریف کے بارے میں جو تحذیر الناس اور مجموعۃ الفتاوی
میں صحیح تسلیم کی گئی ہے کیا عقیدہ رکھیں ؟ اور اس حدیث شریف کے بارے

میں کیا فیصلہ کریں جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں ایک
اور نبی (حضرت موسٰی) کا امکان ظاہر فرمایا ہے یا جس میں اپنے زمانہ کے بعد قریب
قیامت ایک اور نبی (حضرت عیسٰی) کا آنا بیان فرمایا ہے سوچ سمجھ کر اس کا
جواب ارشاد ہو!
اس ساری بحث و تفصیل سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ تحذیر الناس
کی ساری عبارتیں اپنی اپنی جگہ پر بالکل برمحل اور صحیح و درست ہیں اور بالکل
بے غبار اور ناقابل اعتراض ہیں اور اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو رہا
ہو کہ یہ احادیث شاید قادیانیوں کے لئے کچھ سہارا بنتی ہوں تو اس کا جواب یہ
ہے کہ نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ آیات قرآنی اور دوسری بہت سی حدیثوں کی
روشنی میں یہ بات اپنی جگہ ثابت کی جا چکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
بعثت کے بعد کسی نئے اور "خود رو" نبی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے سلسلہ نبوت
تو بہر حال ختم ہو چکا ہے (جن صاحب کو اس سلسلہ کی مزید تحقیق منظور ہو مولانا
مفتی شفیع صاحبؒ کی تصنیف ختم نبوت ہر سہ حصہ ملاحظہ فرمائیں) تحذیر الناس
میں تو ان انبیاء کی بحث ہے جن کا ذکر دوسری حدیثوں میں موجود ہے۔
مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ختم نبوت" کے انکار کا جو الزام
تھا اس کی صفائی بحمدہ تعالٰے بخوبی ظاہر ہو گئی لیکن اس سلسلہ میں آپ پر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور توہین کا بھی الزام لگایا جاتا ہے
اس لئے اب حضرت مولانا کے ایک نعتیہ قصیدہ سے چند اشعار ہم یہاں نقل
کرتے ہیں جن سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ الزام بھی بالکل بے بنیاد ہے ملاحظہ

kalahazrat@gmail.com

ہوں :-

توفخرِ کون ومکاں زبدۂ زمین وزماں — امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

آگے فرماتے ہیں :-

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

اسی طرح فرماتے ہیں۔

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے — کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیری قطار
اُڑا کے باد میری مشتِ خاک کو پسِ مرگ — کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا — کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیری بن کے غبار
مگر نسیمِ مدینہ ہی گرد باد بنا — کشاں کشاں مجھے لیجا جہاں ہے تیرا غبار

اختصار کے پیشِ نظر اسی قدر اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے اور اندازہ کرنے کے لئے یہ اشعار بھی بہت کافی ہیں ان اشعار سے یہ حقیقت خوب ظاہر ہو جاتی ہے کہ ان میں حقیقت و محبت کے جو جذبات موجزن ہیں وہ کسی ایسے دل کو نصیب نہیں ہو سکتے جس میں سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت کا کبھی وہم و وسوسہ بھی گذرا ہو۔ ایسی صورت میں حضرت مولانا قاسم صاحبؒ پر آپ کی تنقیص کا الزام بھی سراسر بے بنیاد اور خالص طوفان و بہتان ہے۔

پانچواں اعتراض

معترضین نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ کی طرف ایک نقلی و جعلی فتویٰ منسوب کر کے یہ بہتان باندھا کہ انہوں نے کوئی فتویٰ دیا ہے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اور جو شخص خدا کو جھوٹا کہے اس کو فاسق بھی نہ کہو (معاذ اللہ)

جواب :- یہ کس قدر صریح و صاف بہتان ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کو اس فتویٰ کا علم تک نہ ہو ان کے فتادوں میں کہیں اس کا پتہ نہ ہو مگر فتویٰ ان کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ خدا جانے "اعلحضرت" نے کس قسم کی سفلی عمل سے خدا کے جھوٹ بولنے کا یہ جھوٹا فتویٰ حاصل فرمایا۔

ہاں حضرت گنگوہی کے فتادوں میں ایک سوال کے جواب میں یہ فتویٰ ضرور موجود ہے ملاحظہ ہو۔

"ذات پاک حق تعالےٰ جل جلالہٗ کی پاک اور منزہ ہے کہ متصف بصفت کذب کیا جائے (یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اس کو جھوٹا کہا جائے) معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب (جھوٹ کی ملاوٹ) نہیں ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلاً "اللہ تعالےٰ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟ کوئی نہیں ہے جو شخص حق تعالےٰ کی نسبت (جھوٹ کا) یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ "قطعاً" کافر و ملعون ہے۔

اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عمّا
يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ پاک ان باتوں سے بلند وبالا ہے جو یہ ظالم
لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں) البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ
کا مثلاً فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا جو ارشاد ہے
وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف وہ ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر حق تعالیٰ قادر ہے
اس بات پر کہ ان کو جنت دیدے (وہ اپنے اس حکم قطعی اور اعلان کر دینے کی
وجہ سے) عاجز نہیں ہوگیا ہے قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے ایسا نہ کرے گا۔"

(اس کے بعد مولانا نے جواب کی تائید میں آیت قرآنی اور قاضی بیضاوی کی
تفسیر نقل کی ہے جس کو ہم اختصار کی خاطر یہاں نقل نہیں کرتے)

ناظرین بغور ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس فتویٰ میں مولانا نے صاف صاف
فرما دیا کہ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت (جھوٹ کا) یہ عقیدہ رکھے وہ قطعاً
کافر وملعون ہے" البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے
مثلاً فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے
وہ حکم قطعی ہے۔ مگر وہ حق تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے
دے۔"

اگر حضرت مولانا کا یہ ارشاد غلط ہے تو پھر قرآن شریف کی ان دو آیتوں کا
مطلب بتایا جائے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اللہ تعالیٰ آپ کے ہوتے
ہوئے آپ کی بدولت ان لوگوں پر عذاب نہ کریگا۔)

۲- قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا (اے رسول آپ
فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تم پر عذاب نازل کرے)

ان دونوں باتوں میں جو بات کہی گئی ہے وہی مفہوم مولانا کے فتویٰ کا بھی ہے
یعنی یہ کہ جو کچھ اللہ نے حکم قطعی دیدیا ہے اس کے خلاف وہ ہرگز نہ کرے گا مگر وہ
اپنے اس حکم واعلان کی وجہ سے مجبور و بے بس نہیں ہوگیا ہے اس کی قدرت باقی
ہے وہ چاہے تو ان کافروں (فرعون وہامان وغیرہ کو جنت دیدے۔

لہٰذا جہاں تک اس فتویٰ کا تعلق ہے وہ بالکل برحق اور صحیح ہے اب رہی
یہ بات کہ حضرت گنگوہیؒ نے کسی فتویٰ میں یا حضرت شہیدؒ نے کسی رسالہ میں یہ
لکھا ہے کہ نعوذ باللہ منہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے تو یہ بالکل صریح بہتان
اور صاف وسفید جھوٹ ہے۔

چھٹا اعتراض

معترضین کا ایک اعتراض حضرت مولانا خلیل احمد
صاحبؒ پر ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنی کتاب "براہین
قاطعہ" میں لکھا ہے کہ ابلیس کا علم (معاذ اللہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
علم سے زیادہ ہے"

جواب:- اس اعتراض کی حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ بھی بالکل بے حقیقت
اور سراسر طوفان وبہتان ہے کیونکہ اس اعتراض کے سلسلہ میں خود حضرت مصنف
سے ان کی زندگی میں سوال کیا جا چکا ہے اس کا جو کچھ جواب مولانا نے تحریر فرمایا
ہے اس کو ہم یہاں مختصراً نقل کرتے ہیں۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے السحاب المدرار حاشیہ صد ۴۸)

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

"مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعین (اس پر خدا کی لعنت ہو) کیا کسی مخلوق کے علم کو بھی جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہے یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعین کا علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتاً ہے نہ کنایتہ۔ مجھ کو تو مدت العمر کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا، ولی فرشتہ بھی آپ کے علوم میں برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ روز جزا ہوگا میں اس سے بالکل بری ہوں اور باک و کفی باللہ شہیداً (اللہ کی گواہی کافی ہے) اہل اسلام براہین قاطعہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ مطلب صاف اور واضح ہے۔

(السحاب المدرار حاشیہ صہ ۴۹) خلیل احمد

حضرت مولانا کے اس صاف اور کھلے ہوئے اعلان کے بعد اگر کوئی شخص مولانا پر یہ بہتان لگاتا ہے۔ تو وہ یقیناً "آخرت کے مطالبہ سے بالکل بے خوف ہے اور اس اعلان کے بعد اگرچہ کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اس بہتان کی مزید کوئی صفائی پیش کی جائے۔ لیکن ناظرین کے اطمینان کی خاطر مختصراً ہم اس سلسلہ میں کچھ اور عرض کرنا چاہتے ہیں۔

واضح ہو کہ "براہین قاطعہ" کی جس عبارت کو معترضین نے یہ معنی پہنائے ہیں۔ وہاں یہ گفتگو زیر بحث ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم میلاد شریف کی ہر محفل میں تشریف لاتے ہیں ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے اس پر انوار ساطعہ کے مصنف صاحب نے قرآن و حدیث سے تو کوئی دلیل اس کی پیش نہ کی بلکہ اپنی بات کی تائید میں ملک الموت اور "شیطان" کو پیش کیا کہ دیکھئے "ملک الموت" لوگوں کی روح قبض کرنے کے لئے اور شیطان لوگوں کو بہکانے کے لئے ایک ہی وقت میں مختلف جگہ پہنچ جاتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ان سے افضل اور برتر ہیں لہٰذا آپ بھی اگر ایک وقت میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں تو کیا بعید ہے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس موقع پر "انوار ساطعہ" کی اصل عبارت کے چند ٹکڑے بھی نقل کر دیں جن سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم و قدرت کا موازنہ اور اس کی زیادتی کا سوال کس نے پیدا کیا ہے اور شان گرامی کی تنقیص و اہانت کا اصل مجرم کون ہے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"روئے زمین پر کل جگہ موجود ہونا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں ——— خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند، پرند، درند اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہو جاتا ہے ——— بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے ——— اب فکر کرنا چاہئے۔ جب چاند، سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی اور تماشہ یہ کہ اصحاب میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک، ناپاک، مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک، کفر، غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

اس عبارت میں مولف انوار ساطعہ نے کتنی بار حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا موازنہ شیطان علیہ اللعنۃ سے کیا ہے اور ان کے جذبۂ ایمانی کو کس خوشی کے ساتھ یہ موازنہ گوارا ہے اور کتنی صفائی کے ساتھ وہ نعوذ باللہ منہ شیطان کی برتری ثابت کر رہے ہیں اور کیسی جسارت کے ساتھ خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کی خصوصیت کا انکار کر رہے ہیں۔

ناظرین خوب غور فرمائیں کہ "انوار ساطعہ" کے مصنف نے ایک عقیدہ کی بات کو قرآن وحدیث سے آنکھ بند کر کے صرف عقلی گدے سے اور اٹکل پچو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں "شیطان ملعون" کا نام لے کر رسول کی توہین اور تنقیص کا شوق پورا کیا ہے مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا علماء حقانی کی طرف سے کیا جواب دیا جائے گا۔ لہٰذا پہلے سے تیار تھے کہ جب اس کا جواب دیا جائے تو ہم فوراً یہ کہدیں کہ دیکھئے انہوں نے شیطان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ رحمۃ اللہ نے یہی اعتراض فرمایا کہ بھائی یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے یہ اٹکل پچو نہیں ثابت

کیا جاتا اس کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے اور تم دلیل قطعی کو چھوڑ کر صرف شیطان کی مثال دے کر کام نکالنا چاہتے ہو تو ظاہر ہے کہ اس طرح کام نہ چلے گا کیونکہ "شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی" فخر عالم کی وسعت علم (ان مقامات کا علم جہاں مجالس میلاد ہوں مطلق علم کی بحث نہیں ہے لہٰذا جس سلسلہ میں گفتگو ہو رہی ہے وہی مراد لینا چاہیئے) کہ کونسی نص قطعی ہے؟ جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ محفل میلاد میں بیک وقت تشریف لیجاتے ہیں اگر کوئی صاحب اس کی نص قطعی پیش فرما دیں تو مدتوں کا یہ جھگڑا ہی نہ ختم ہو جائے مگر نص قطعی تو کوئی صاحب پیش نہیں فرماتے بلکہ ناحق علمائے حق کو بدنام کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور ان کی عبارتوں میں کتر بیونت اور الٹ پھیر کر کے عاقبت اور آخرت سے بیخوف ہو کر کفر کے فتوے دیتے ہیں جس کی کچھ مثالیں ابتک سامنے آچکی ہیں۔ اور وہی حرکت یہاں بھی کی کہ لوگوں کو محض مغالطہ میں رکھنے کے لئے یہ الزام تراشا ورنہ اس موقعہ پر مولانا کی یہ عبارت بھی تھی کہ

"عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالےٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں — جس کو علم و قدرت وغیرہ عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جس قدر وسعت دی (یعنی نفس وسعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں وسعت مراد نہیں ہے) اور ملک الموت کو آفتاب و ماہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اس

سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں اور زیادہ کوئی کام ان سے نہیں نکلتا اور نہ اس کثرت وقلت پر فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلےٰ وافضل ہیں مع ہذا اس کے باوجود علم مکاشفہ ان کا حضرت خضر سے بہت کم تھا اور پھر جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے۔ پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی اس مفضول رکھتا ہے کے مثل یا اس سے زائد ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ہے اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص و پختہ اور صاف و واضح دلیلوں سے ثابت ہوتے ہیں — دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہوسکتا ہے۔ تیسرے اگر افضلیت ہی افضل ہونا ہی اس کی موجب ہے تو تمام مسلمان اگرچہ وہ فاسق ہوں اور خود مولف تو شیطان سے افضل ہیں تو کیا مولف اس افضلیت کے سبب سے اپنے لئے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کردے اور مولف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہوکر اعلم من الشیطان ہوگا۔

براہین قاطعہ صد ۵۲

ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ انوار ساطعہ کے دلائل کا کتنا معقول

ومدلل جواب ہے اور ساری تحریر الزامی اور جوابی ہے کہیں بھی اپنا عقیدہ وہ نہیں بیان کیا ہے، جو معترضین ان کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

ہماری توضیح کے بعد یہ حقیقت اچھی طرح روشن ہوگئی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں کہیں وہ بات نہیں کہی جو بڑے حضرت نے ان کی طرف منسوب کی ہے۔

ہاں ذیل میں ہم ایک مشہور مفسر اور علامہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور بڑے حضرت کے چھوٹے منجھلے بڑے ہر قسم کے متبعین سے اس پر فتویٰ چاہتے ہیں اگر یہ لوگ اپنی فتویٰ بازی میں سچے ہوں تو اس عبارت پر بھی کوئی فتویٰ صادر فرمائیں مگر یہ سمجھ لیں کہ اگر انہوں نے جلد بازی اور ضد میں آکر کوئی فتویٰ اس پر بھی صادر فرما دیا تو اس کے نتیجہ میں کئی سو سال کے مسلمان ایک طرف سے کافر ٹھہر جائیں گے اس لئے ذرا سوچ سمجھ کر فتویٰ صادر فرمایا جائے غور سے پڑھئے وہ عبارت یہ ہے۔

"یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف نبوتہٗ علیھا۔"

(ترجمہ:- "یہ بات جائز ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی سے ان علوم میں زیادہ ہو جن پر اس کی نبوت موقوف نہ ہو")

فرمایئے اس عبارت کے سلسلہ میں کیا ارشاد ہے آپ شاید کچھ فرماتے ہوئے ہچکچائیں اس لئے ہم خود ہی آپ کی جانب سے عرض کئے دیتے "فاضل بریلی" کی منطق کا تقاضا تو یہی ہے کہ نبی کے علوم میں سارے ہی

kalahazrat@gmail.com

نبی آگئے حتیٰ کہ سردار انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہوگئے اور غیر نبی کے علوم میں بھی سارے ہی غیر آگئے حتیٰ کہ سردار اغیار شیطٰن بھی آگیا اس لئے ان مفتر صاحب نے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی اور آپ کی شان میں سخت گستاخی کی لہٰذا یہ کافر اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ یہ تو ہوا رضا خانی فتویٰ اب ان مفتر صاحب کا نام بھی سن لیجئے یہ ہیں علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر صفحہ ۵۹۵ ج ۵ پر عبارت بالا موجود ہے۔ اور اگر آپ علامہ کی شخصیت سے مرعوب ہو کر ان کے خلاف فتویٰ صادر فرمانے کی ہمت نہ کریں تو براہین قاطعہ اور تفسیر کبیر کی عبارتوں کا فرق ہی واضح فرما دیجئے جناب کی روح پرواز کر جائے گی۔ مگر فرق بیان نہ ہو سکے گا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں "بڑے حضرت" کے فتاوی "احکام شریعت" کا بھی اقتباس ہم پیش کردیں فاضل بریلی "سبع سنابل ص ۷" سے ناقل ہیں فرماتے ہیں مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری او در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کرد حاضران پرسید ندائے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیشین حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد، فرمود کشن رکرشن) کہ کافر بود چند صد جا حاضری شد اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب "

(احکام شریعت ص ۴۹ حصہ دوم)

ترجمہ:- مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے عرس کے لئے دس جگہوں سے دعوت آئی کہ نماز ظہر کے بعد تشریف لائیں آپ نے دسوں دعوتوں کو قبول فرما لیا۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ اے قبلہ دسوں دعوتوں کو قبول فرما لیا؟ دراں حالیکہ ہر جگہ بعد ظہر حاضر ہو جانا چاہئے کس طرح ممکن ہوگا، فرمایا! کشن رکرشن) جو کہ کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہو سکتا تھا تو ابو الفتح اگر دس جگہ حاضر ہو تو کیا تعجب ہے؟"

خط کشیدہ جملے غور سے دیکھئے کہ شیخ ابو الفتح علیہ الرحمہ نے کرشن جی کو کافر گردانتے ہوئے بھی اپنا موازنہ اس سے کیا اور بیک وقت متعدد مقامات کی حاضری میں اس کی برتری اور وسعت قدرت بھی تسلیم فرمائی اور پھر اعلیٰ حضرت نے نہ جانے کس دل سے اس کو گوارا فرمایا اور اپنے مقدس فتاویٰ میں جگہ بھی دے دی۔ اگر یہی بات مکتبہ دیوبند سے تعلق رکھنے والے کی کسی تحریر میں آجاتی تو سارے رضا خانیوں کے قلم ٹوٹ جاتے، دواتیں خالی ہو جاتیں اور وہ ہنگامہ برپا ہوتا کہ کان پڑی آواز بھی نہ سنائی دیتی۔

---

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

عِلم غیب کی بحث

اوّل

حفظ الایمان پر اعتراض

ساتواں اعتراض معترضین کا یہ اعتراض حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ پر ہے کہ انہوں نے حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے (صاف طور پر لکھ دیا ہے) کہ:-

غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ ہر پاگل بلکہ ہر جانور ہر چار پایہ کو حاصل ہے (نعوذ باللہ)

چیلنج اور انعام سب سے پہلے تو ہم یہ اعلان اور چیلنج کرتے ہیں کہ یہ اعتراض جن جن لفظوں کے ساتھ ہم نے اوپر نقل کیا ہے اگر کوئی صاحب بالکل ان ہی لفظوں کے ساتھ حفظ الایمان کے کسی ایک نسخہ میں دکھا دیں تو انشاء اللہ تعالےٰ انکو منہ مانگا انعام دیا جائے گا اور ہمارا یہ چیلنج بریلیوں کے ان سب اعتراضوں کے سلسلہ میں ہے جن سے ہم نے بحث کی ہے کہ وہ ہمارے نقل کئے ہوئے الفاظِ اعتراض ان کتابوں میں نہیں دکھا

جواب:- اس اعتراض کا تفصیلی جواب پیش کرنے سے پہلے ضروری

معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع بحث (مسئلہ علم غیب) کی قدرے تفصیل عرض کر دیں تاکہ مطلب فہمی میں ناظرین کو سہولت ہو۔

واضح ہو کہ اس اعتراض کا تعلق "علم غیب" کے موضوع بحث سے ہے اور اس سلسلہ میں عموماً دو قسم کے سوالات ہوا کرتے ہیں ایک سوال تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو "علم غیب" تھا یا نہیں؟ اور دوسرا سوال یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" تھے یا نہیں؟ یعنی آپ کی ذات اقدس کے لئے "عالم الغیب" کا لفظ بولا جا سکتا ہے یا نہیں)؟

پہلے سوال کے جواب میں کافی تفصیل ہے اور وہ یہ کہ علم غیب سے جمیع غیب مراد ہے یا بعض"؟

اور ہر دو صورتوں میں علم ذاتی مراد ہے یا علم عطائی؟

اگر علم ذاتی (جو کہ اپنے آپ بغیر خدا کے دیئے ہوئے حاصل ہو) مراد ہے تو یہ بالاتفاق حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھا۔ چنانچہ خود اعلحضرت فاضل بریلی بھی فرماتے ہیں کہ اول قسم علم ذاتی (صرف اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے کسی غیر کے لئے ممکن نہیں اور جو اس علم ذاتی میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر اللہ کے لئے مانے وہ یقیناً مشرک ہے

(خالص الاعتقاد ص۲۲)

اور اگر علم غیب عطائی مراد ہے تو جمیع وہ بھی مراد نہیں ہو سکتا خود فاضل بریلی، تسلیم اور اقرار فرما چکے ہیں کہ "ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی

kalahazrat@gmail.com

ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"

(خالص الاعتقاد صـ۲۳)

لہٰذا اب سوال کی صرف ایک ہی صورت باقی رہی وہ یہ کہ آپ کیلئے بعض باتوں کا علم غیب عطائی مانا جائے یا نہیں؟ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ یہی جواب دیا جائے گا کہ ہاں بیشک آپ کو غیب کی بیشمار باتوں کا علم تھا اور چونکہ آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں اس لئے بعض علم غیب میں بھی آپ کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے اور آپ کے علوم کی کوئی تعداد اور گنتی نہیں بتائی جا سکتی یعنی بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ علم غیب کی یہ شکل علمائے دیوبند کے نزدیک اختلافی نہیں ہے تو جس طرح اوپر کی دو شکلیں فاضل بریلی کو تسلیم ہیں اسی طرح یہ شکل علمائے دیوبند کو مسلم ہے۔

اب رہا دوسرا سوال (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں. یعنی آپ کو عالم غیب کہا جا سکتا ہے یا نہیں) تو اس سوال پر بھی پہلے سوال کی طرح جرحی سوالات ہوں گے اور ہر صورت میں علیحدہ علیحدہ جواب ہوگا۔ چنانچہ اس سوال کے جوابات جو مختلف حضرات سے منقول ہیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

(۱) **اللہ تعالےٰ کا جواب** (جو قرآن شریف کی مختلف و متعدد آیات میں موجود ہے) لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ (آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کا عالم نہیں ہے)

دوسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یوں اعلان کرایا گیا لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ (میں غیب کا علم نہیں رکھتا یا میں عالم الغیب نہیں ہوں) تیسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فاطر السموات والارض ہونے اور عالم الغیب ہونے کا اعلان کیجئے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ

(۲) **رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب** (جو احادیث میں مختلف اور متعدد طور پر منقول ہے) بخاری شریف جلد ۲ میں ہے کہ چند لڑکیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گا رہی تھیں (شعر کا مضمون یہ تھا کہ ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی آنے والی (غیب کی) بات جانتے ہیں تو آپ نے منع فرمایا کہ ایسا مت کہو۔

اسی بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد نقل کیا گیا فرماتی ہیں کہ:-

"جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے (یا آپ عالم الغیب تھے) تو اس نے اللہ تعالےٰ پر بڑا بہتان (بالکل سفید جھوٹ) باندھا۔"

(۳) **فقہائے حنفیہ کا جواب** (صاحب بحر اور صاحب خلاصہ و خانیہ نے اپنی اپنی کتابوں میں تصریح فرمائی ہے کہ:-

"اگر کسی نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا وہ کافر ہو جائے گا اس عقیدہ سے وجہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

جانتے تھے۔"

(۲) "تاتارخانیہ" میں ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور گواہ موجود نہ تھے تو اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو یا فرشتوں کو گواہ کیا تو یہ نکاح باطل ہو گیا اور نکاح کرنے والا کافر ہو گیا کیونکہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ رسول اور فرشتے غیب داں ہیں۔"

دیکھیے ان سب تصریحات سے صاف طور پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" نہ تھے۔ کیونکہ عالم الغیب دراصل اسی کو کہا جا سکتا ہے جس کو تمام باتوں کا ذاتی علم غیب ہو اور تمام علم غیب کا کوئی بھی قائل نہیں ہے یہاں تک کہ خود اعلحضرت بھی "جمیع علم غیب" ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اسی کو کہتے ہیں "مدعی سست اور گواہ چست"

علم غیب سے متعلق دونوں قسم کے سوالوں پر بقدر ضرورت گفتگو ہو چکی اب ہم چاہتے ہیں کہ حفظ الایمان کا بھی سرسری جائزہ لے کر دیکھیں کہ اس میں کس قسم کا سوال ہے اور کیا جواب ہے تو سنئے:۔

حفظ الایمان بھی کوئی مستقل رسالہ نہیں ہے جس میں یوں ہی بیٹھے بٹھائے یہ بحث چھیڑ دی گئی ہو بلکہ وہ بھی دراصل چند سوالوں کے جوابات کا مجموعہ ہے جس میں سے ایک سوال علم غیب سے متعلق بھی ہے اور وہ دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے یعنی اس میں یہ سوال نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا کچھ علم تھا یا نہیں۔ بلکہ اس میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس سوال کا جواب حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے جو کچھ دیا وہ آئندہ سطروں میں ہم نقل کر رہے ہیں مگر اس طرح کہ ناظرین کی سہولت کے لئے حضرت تھانوی رح کی عبارت کے ساتھ ساتھ کچھ ضروری تشریح بھی کرتے جائیں گے۔ حضرت کی اصل عبارت کو اپنی تشریحات سے نمایاں اور ممتاز رکھنے کے لئے حضرت کی عبارت خط کشیدہ ہو گی اور اپنی عبارت بین القوسین (بریکٹ میں) اور بغیر خط کے رہے گی، ملاحظہ ہو وہ جواب یہ ہے:۔

"مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر (کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو" یعنی شریعت کی اصطلاح میں جب صرف "غیب" کا لفظ بولتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کوئی قید یا کوئی قرینہ اور نشانی کسی اور معنی کے لئے نہیں ہوتی ہے تو اس وقت اس غیب سے وہ غیب مراد ہوتا ہے جو بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے حاصل ہو اور اس کے موجود ہونے کی کوئی نشانی اور دلیل نہ پائی جاتی ہو۔ یعنی وہ کسی دلیل کے واسطہ سے حاصل شدہ نہ ہو بلکہ ذات میں بالذات موجود ہو۔ ظاہر ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے معلوم ہو یہ غیب صرف اللہ تعالےٰ ہی کی صفت ہو سکتی ہے کیونکہ اسی کا علم بغیر کسی واسطہ و ذریعہ کے ہوتا ہے اس مدعا کی تائید میں حضرت مولانا نے قرآن و حدیث کی دلیلیں پیش فرمائی ہیں، پھر آگے فرماتے ہیں)

اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق (بولنا) محتاج قرینہ ہے (یعنی جو علم کسی واسطہ اور ذریعہ سے حاصل ہو جیسے انبیاء کرام یا اولیاء عظام کو

kalahazrat@gmail.com

اللہ تعالیٰ کے بتانے اور عطا فرمانے سے علم حاصل ہوتا ہو۔ اس علم کے لئے
"علم غیب" کا لفظ اسی وقت استعمال کیا جاسکتا ہے جب اس بات کے لئے
کوئی قرینہ اور ثبوت ہو) تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک
ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا (یعنی بغیر کسی قرینہ اور نشانی یا بغیر کسی
دلیل و ثبوت کے مخلوق کے لئے "غیب" کا لفظ بولنا اور استعمال کرنا ممنوع
و ناجائز ہوگا کیونکہ قاعدہ بھی یہی ہے کہ کوئی لفظ جب بغیر کسی قید کے بولا جاتا
ہے تو اس سے اس کے اصلی معنی ہی مراد لئے جاتے ہیں اور یہ لفظ غیب
اپنے اصلی معنی کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس
کو دوسرے کے لئے استعمال کرنے میں شرک کا شبہ اور وہم ہوتا ہے اس
لئے بغیر قرینہ کے مخلوق کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اس کے
بعد مولانا نے اپنے اس مقصد کے لئے بھی آیت قرآنی اور حدیث نبوی پیش
فرمائی ہے فرماتے ہیں) قرآن مجید میں لفظ "راعنا" کی ممانعت اور حدیث
مسلم میں لفظ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ وَرَبِّیْ کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے
(یعنی جہاں کسی لفظ کے استعمال سے کسی غلط معنی کا شبہ پیدا ہوتا ہو وہاں
اس لفظ کا استعمال جائز قرار نہیں دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں صحابہ کرام
کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے وقت لفظ "راعنا" کے
استعمال سے روک دیا گیا محض اس وجہ سے کہ اس کے یہود اور منافقین یہ
لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کے لئے
استعمال کرتے تھے تو صحابہ کرام کو روک دیا گیا حالانکہ وہ لوگ اس کو اچھے معنی

میں اور اچھی نیت سے بولتے تھے لیکن اس میں چونکہ گستاخوں کی مشابہت کا
شبہ ہوتا تھا اس لئے روک دیا گیا! اسی طرح حدیث میں بھی اس کی ممانعت ہے
کہ کوئی آقا اپنے غلام یا لونڈی کو "عبدی" اور "امتی" کہہ کر پکارے یا کوئی غلام نہ
اپنے آقا کو "ربی" کہہ کر ندا دے اور یہ ممانعت بھی صرف غلط معنی کا شبہ ہونے
کی وجہ سے کی گئی ہے تو یہی صورت یہاں بھی ہے کہ چونکہ یہ "علم غیب" اپنے
اصلی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے!" اس لئے حضور سرور
عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔

اس بحث کو اور آگے بڑھانے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا
کی ان دونوں باتوں کی کچھ اور تحقیق و توثیق ناظرین کے سامنے پیش کردیں
جس سے اندازہ ہو جائے کہ حضرت مولانا کی یہ تحقیق ان کی ذاتی اور خانہ ساز
نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر و تفسیر بیضاوی ان دونوں تفسیروں میں غیب
کے معنی یہ بتائے ہیں کہ اس سے مراد وہ شے ہے جس کا علم و ادراک حس
(آنکھ کان وغیرہ) نہ کر سکے"۔ اور تفسیر مدارک میں ہے کہ غیب وہ شے ہے
جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور کوئی مخلوق اس پر مطلع (اس کا عالم) نہ ہو" اور
"فتاوی بزازیہ" میں ہے کہ "علم کرا دینے اور بتا دینے کے بعد" (کوئی چیز) غیب
(کہلانے کے لائق) نہیں رہ جاتی"۔

(ماخوذ از الجنۃ" صفحہ")

اب حفظ الایمان کی وہ متنازعہ عبارت بھی سامنے آرہی ہے جس پر
...لی کی کفر بارگن مشین" جو حرکت میں آئی ہے تو کسی قیمت پر رکنے کا نام نہیں

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

یعنی ملاحظہ ہو وہ عبارت یہی ہے ہم اس پر امتیاز کے لئے خط کھینچ دیں گے اور
اپنی تشریحات کو بین القوسین زیر بحث میں پیش کریں گے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آپ کو
عالم الغیب کہنا جیسا کہ سوال میں سائل نے دریافت کیا ہے اور مولانا نے بھی
"حکم کیا جانا" کا لفظ استعمال فرمایا ہے) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب
امر یہ ہے کہ اس (مطلق لفظ) غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب (یہاں
پر دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ مولانا کی یہ جرح اور تنقیح سوال ہی کے
لحاظ سے ہے لہٰذا اس سلسلہ میں اس جواب میں جہاں لفظ غیب مطلق ذکر کیا
گیا ہو اس سے مطلق غیب ہی مراد لینا چاہیئے اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے علوم غیبیہ کی طرف اشارہ سمجھنا صرف اپنے دل کی کجی کا اظہار ہے دوسری
بات یہ کہ "کل" اور "بعض" کا استعمال اس عبارت میں عربی و علمی اصطلاح کے
مطابق ہوا ہے اردو میں بعض کا جو مفہوم عام طور پر ہوتا ہے وہ اس اصطلاح
سے مختلف ہے۔ اس لئے اپنے ذہن میں یہاں پر یہی اصطلاحی معنی رکھنے کی
ضرورت ہے اس اصطلاح کے لحاظ سے جو چیز بھی "کل" نہ ہو وہ بعض کہلائے
گی خواہ اس بعض میں وہ کل میں تعداد کے لحاظ سے صرف ایک ہی کی کمی بیشی
کا فرق کیوں نہ ہو۔ مثلاً کوئی چیز اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ ایک کروڑ ہونے
کی صورت میں کل ہوتی ہے تو وہ صرف ایک کی کمی ہو جانے سے بعض کہلائے
گی اب اس کو کل نہیں کہہ سکتے یعنی جس طرح وہ چیز صرف ایک دو ہی ہوتی
تو بعض کہلاتی اسی طرح محض ایک لاکھ میں سے ایک دو کی کمی پر بھی بعض

ہی کہلائے گی۔

اس اصطلاح کے پیش نظر مسئلہ غیب کو بھی سمجھئے کہ جس کو جمیع غیب حاصل
ہوگا اسی کے لئے تو کل کا لفظ بولیں گے اور اگر جمیع و کل غیب سے ایک غیب
بھی . . . . کم ہو گیا تو اب وہ بھی بعض ہی کہلائے گا اور اسی طرح جس کو صرف
ایک ہی دو بات غیب کی معلوم ہو اس کے لئے بھی بعض ہی کا لفظ بولا جائیگا
اسی اصطلاح کے پیش نظر حضرت مولانا سائل سے یہ جرح فرما رہے ہیں کہ تم
جب "عالم الغیب" کا لفظ بولو گے تو بتاؤ کیا سمجھ کر بولو گے تم اس غیب سے بعض
مراد لیتے ہو یا کُل ؟)

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس (بعض مطلق غیب) میں حضور کی کیا تخصیص
ہے" (کیونکہ بعض اپنے مفہوم کے لحاظ سے کل کے سوا تھوڑے سے تھوڑے
اور زیادہ سے زیادہ دونوں ہی کے لئے بولا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس
لحاظ سے اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی تخصیص نہ رہ سکے گی۔
ناظرین کرام یہاں تک پہونچ کر دو باتیں ذہن نشین فرمالیں۔ ایک تو یہ کہ اوپر
کی عبارت میں جو "اس" کا اشارہ آیا ہے وہ حضور کے علم غیب کی طرف کسی طرح
ممکن نہیں ہے ورنہ عبارت ہی مہمل ہو جائے گی جیسا کہ ہم آئندہ ثابت بھی
کر دیں گے اور دوسری بات یہ کہ شروع بحث میں اعتراض کے جو الفاظ نقل
ہوئے تھے (کہ غیب کی باتوں جیسا علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل
ہے ایسا تو ہر بچہ کو حاصل ہے۔ ان الفاظ کا اب تک کہیں نام و نشان تک
نہیں ملا ہے اس کے بعد حضرت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایسا علم غیب

kalahazrat@gmail.com

تو (یعنی اس صورت میں علم غیب جو جرح کی پہلی شق میں دریافت کیا گیا ہے واضح ہو کہ "ایسا" کے دو معنی ہیں ایک "معنی" (اس صورت میں یہ حرف اشارہ ہوگا پس ایسا یہاں تشبیہ کے لئے نہیں ہے جیسا اعلیٰحضرت نے سمجھانے کی کوشش کی ہے (اور اس کے لئے اس عبارت میں اپنی طرف سے "جیسا" کا لفظ بھی بڑھا دیا ہے) بلکہ "ایسا" یہاں مطلق بیان و اشارہ کے طور پر بمعنی اس یا اس لحاظ سے استعمال ہوا ہے جیسا کہ عام طور پر بولا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ پل بھر میں چاہے تو غلام کو بادشاہ اور بادشاہ کو غلام بنا دے ظاہر ہے کہ اس مثال میں خدا کو کسی سے تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے۔ اس کی دوسری مثال حضرت اسعد رام پوری کا یہ شعر بھی ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نہ کریں گے ہاں ہاں نہ کرینگے کبھی ایسا نہ کریں گے

تو حضرت تھانوی نے بھی اس انداز میں ایسا کا لفظ استعمال فرمایا ہے مطلب یہ کہ "بعض علم غیب" کی شق کو اختیار کر کے اس کی رو سے آپ کو "عالم الغیب" کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بعض کی صورت میں ظاہر لفظ کے لحاظ سے آپ کی کوئی تخصیص و خصوصیت نہ رہے گی بلکہ دوسرے عام انسانوں (زید عمرو وغیرہ) کے لئے بھی اس کے استعمال کی گنجائش نکل آئے گی۔ اور محض بعض علم غیب کی بناء پر ان کو بھی "عالم الغیب" کہنا ممکن ہو جائے گا کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی (یعنی اس) بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے پوشیدہ ہو۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ تو عام انسانوں کی برابری کی صورت ہے یہ آپ کی خصوصیت اور آپ کے لئے باعث فضیلت نہ رہے گی لہٰذا

ایسی صورت کیوں اختیار کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت بالکل عام بن جائے گی اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی امتیاز حاصل نہ ہو سکے گا۔

غرضیکہ حضرت مولانا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتیاز کو باقی رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں استعمال ہونے والے خاص لفظ "عالم الغیب" کو بے وجہ عام کرنے سے روکا ہے۔ اور یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ دیکھو اس لفظ (عالم الغیب) کو تم جس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بولنا چاہتے ہو وہ صورت ایسی ہے کہ اس میں آپ کی شایان شان ہونے کا کوئی اشارہ نہیں لہٰذا اس کو تو صرف اللہ ہی کے لئے رہنے دو کیونکہ بعض علم غیب کی بناء پر عالم الغیب کہنا ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی خصوصیت اور اس کے امتیاز کو ختم کر دے گا اور دوسری طرف اس صورت میں نہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شایان شان کوئی خصوصیت و فضیلت ہی ہوگی اور نہ کوئی امتیاز ہی رہ سکے گا اس لئے کہ یہ صورت "زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو "عالم الغیب" کہا جائے" لہٰذا در اصل تم آپ کی تنقیص کی شکل تجویز کرتے ہو)

(نکتہ) مولانا کے آخری جملہ میں بھی "ایسی بات" کا لفظ بمعنی "اس بات" اشارہ کے لئے استعمال ہوا ہے دل میں انصاف ہو تو اعتراض کا جواب

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

اسی میں موجود ہے:۔

یہ ہے حفظ الایمان کی متنازعہ عبارت جو ضروری تفصیل و تشریح کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کردی گئی اس کو بار بار پڑھئے اور صاف دل سے اس کا فیصلہ کیجئے کہ اس کا منشاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا ہے یا آپ کے لئے کوئی ایسی شکل تجویز کرنے سے روکنا ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان و عزت اور آپ کی فضیلت و خصوصیت فوت ہوتی ہو آپ کا امتیاز ختم ہو کر آپ کی حیثیت عام انسانوں جیسی رہی جاتی ہو۔

یہاں پر ناظرین کرام یہ بھی غور فرمالیں کہ حضرت مولانا کی اس ساری عبارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کی کوئی شکل یا مقدار یا تعد[illegible] تجویز کر کے بتائی نہیں جارہی ہے کہ آپ کو اتنا علم تھا یا ایسا علم تھا نہ مولانا اپنا عقیدہ لکھ رہے ہیں بلکہ آپ کو عالم الغیب کہنے نہ کہنے کی جو بحث چل [رہی] ہے اس میں مولانا جرح اور سوال کے طور پر صرف یہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تم لوگ "عالم الغیب" بولکر کون سا غیب مراد لیتے ہو۔ بعض غیب یا کل غیب، اگر بعض مراد لوگے تو بعض کا لفظ اپنے ظاہری لحاظ سے ایسا ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت و فضیلت ظاہر نہ ہو سکے گی کیونکہ [ایسی] بعض باتوں کا علم جانوروں تک کو ہوتا ہے۔ (جیسا کہ قرآن شریف میں ہد ہد کا مقولہ ہے جو مشہور ہے جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ مجھ کو وہ بات معلوم ہے جس کی آپ کو خبر نہیں" یا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر میں جب کسی مردے کو عذاب دیا جاتا ہے

انسان و جن کے سوا دیگر مخلوق کو اس کا علم ہو جاتا ہے) لہٰذا تم لوگ ایسی صورت کیوں تجویز کرتے ہو جس میں حضور کا امتیاز ختم ہو جائے اور آپ کی تنقیص کی صورت نکل سکے۔

اب ہم "بڑے حضرت" مائتہ حاضرہ کے "مجدد" صاحب کی تجدیدی کارگذاری پر بھی تھوڑی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے حفظ الایمان کی ایک سطر سے بھی کچھ کم عبارت میں "تین کرتب" فرمائے ہیں۔

پہلا کرتب تو یہ "حفظ الایمان" میں جو بات بعض علم غیب کے لئے (بغیر کسی قید و مقدار کے) لکھی گئی تھی آپ نے اس کو بڑی کتاب حسام الحرمین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرما کر لکھدیا یعنی مولانا کی عبارت میں اپنی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بڑھا کر آنحضرت کی توہین و تنقیص کی صورت پیدا فرمائی اور دوسرا کرتب یہ کیا کہ مولانا کی عبارت میں آئے ہوئے لفظ "ایسا" کو مصنف کے منشا کے بالکل خلاف تشبیہ کے لئے قرار دے لیا حالانکہ تشبیہ کے معنی مراد ہوتے تو صرف "ایسا" کا لفظ کافی نہ ہوتا اس کے ساتھ "جیسا" کا لفظ بھی ہونا چاہیئے تھا چنانچہ خود اعلٰحضرت کو بھی شاید اس کی کمی محسوس ہوئی مگر وہ بھلا ہماری آپ کی طرح "لکیر کے فقیر" تو تھے نہیں کہ جو بات جس طرح لکھی ہو اس کو اسی طرح مان لیں انہوں نے فوراً ایک تیسرا کرتب کر دکھایا وہ یہ کہ اپنے کافرساز کارخانہ سے "جیسا" ایک چلتا ہوا فقرہ (ریزہ) لے کر مولانا کی عبارت میں لگا دیا اور پوری عبارت کو بالکل نوک پلک سے درست کر کے فتویٰ

kalahazrat@gmail.com

کفر کے لائق بنا لیا خیر کوئی بات نہیں وہ اپنی جیسی کر گئے تو کیا ہوا ہم بھی ذرا اپنی جیسی کر دیکھتے ہیں مگر آیئے پہلے ذرا یہ تو دیکھیں تو وہ اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے۔

اب ہم آپ کے سامنے اعلیٰحضرت کے منشاء و تجویز کے مطابق، حفظ الایمان کی عبارت پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ اس عبارت کی مجموعی صورت یہ ہوتی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے (جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے) آپ کے بعض غیب مراد ہیں یا کُل؟"

حالانکہ مولانا نے یہ دریافت فرمایا تھا کہ اس (مطلق) غیب سے بعض غیب مراد ہیں یا کل؟ اب یہ ہے بڑے حضرت کا بڑا کمال کہ آپ نے صرف یہ نہیں کیا کہ ایک "غیر کفری" اور صحیح عبارت کو "کفری" بتا دیا بلکہ زبان و قواعد کے لحاظ سے صحیح و درست ایک عبارت کو (مہمل) بنا دیا اگر کیا کیجئے کہ خاک پاک بریلی سے اس کے سوا اور توقع ہی کیا ہو سکتی تھی:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

حفظ الایمان کی یہ بحث ادھوری رہ جائے گی اگر اسی سلسلے میں دو باتوں کا اور ذکر نہ کیا جائے گا۔ پہلی بات تو حضرت تھانویؒ کا وہ اعلان ہے جو انہوں نے اس اعتراض کی صفائی کے سلسلہ میں دیا تھا اور دوسری بات اسی سلسلہ میں مولانا کی طرف سے ایک دوسرا اعلان ہے جس میں مولانا نے اس عبارت کو بدل کر ہمیشہ کے لئے اعتراض کرنے والوں کا منہ بند کر دیا۔ لیکن جن

کی فطرت ہی میں بے وجہ بولنا، چیخنا، شور مچانا اور جن کا دین و مذہب ہی افتراء و اعتراض ہو جن کو ان کے حکیم نے سچی بات ماننے سے ہی پرہیز بتایا ہو وہ اس ترمیم کے بعد بھی وہی رونا روتے رہے اور جب آنکھ کا سارا پانی مر گیا اور معمولی آنسو ختم ہو گئے تو "خون کے آنسو" بہانے لگے اور اب تو اس کا بھی اندیشہ ہے کہ آئندہ "خون کا تھوک" یا "خون کی قے" نہ آنے لگے۔

اب سنئے وہ اعلان صفائی جو حضرت مولانا نے ابن شیر خدا سید مرتضیٰ حسین صاحب کے نام تحریر فرمایا تھا۔

میں نے یہ خبیث مضمون (جو حسام الحرمین وغیرہ میں میری طرف منسوب کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (وسوسہ) نہیں گذرا جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔" (مختصراً)

اس اعلان بیزاری اور اظہار صفائی کے بعد بعض لوگوں نے حضرت کو مشورہ دیا کہ بعض بد باطن اور کج طبع لوگ اب بھی آپ کی عبارت کی وجہ سے سیدھے سادے لوگوں کو شبہ میں ڈالتے ہیں اور غلط فہمی پیدا کرتے ہیں آپ اس عناد و فساد کا سلسلہ اور دروازہ بند کرنے کے لئے اپنی عبارت میں احتیاطاً اور مصلحتاً ہی سہی کوئی مناسب ترمیم فرما دی اور یہ جواب تحریر فرما دیا۔

جزاکم اللہ تعالےٰ بہت اچھی رائے ہے کیونکہ اس سے قبل کسی نے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

واقعی بنا ظاہر نہیں کی اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لئے متلزم سمجھا (یعنی اس سے پہلے اس بنا پر ترمیم نہیں کی گئی تھی کہ اول تو کسی نے معقول طور پر اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور دوسرے یہ اندیشہ بھی تھا کہ مخالفین اس ترمیم و تبدیل کا مطلب یہ نکالیں گے کہ چونکہ پہلی عبارت واقعی کفریہ تھی اسی لئے تو بدل دیا ورنہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی مگر اب چونکہ احتیاطاً اور مصلحتاً لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے بدلنا مناسب کہا جا رہا ہے اس طرح بدلتا ہوں حالانکہ واقعہ یہی ہے کہ عبارت پہلے بھی درست تھی) اب حفظ الایمان کی عبارت کو اس طرح بدلتا ہوا" اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف اور مطالع الانظار میں موجود ہے اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف اور مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد (جواب ختم ہوا حضرت مولانا کا یہ اعلان حفظ الایمان کے ساتھ ہی تغیر العنوان کے نام سے برابر شائع ہوتا رہتا ہے)

ــــ اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مولانا کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا جبکہ دہلی اثنائے مناظرہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے یہ کہہ دیا کہ آپ ناحق تھانوی صاحب کی وکالت کرتے ہیں اگر پہلی عبارت کفریہ نہ تھی تو اب دوسری ترمیم کیوں کی حاشیہ صافہ آسمانی صـ روداد مناظرہ منعقدہ ...

حضرت مولانا کے جواب میں "شرح مواقف" اور مطالع الانظار (اہل سنت کی کتب عقائد) کا ذکر آگیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کم از کم ان کی عبارتوں کے ترجمے ہی نقل کر دیئے جائیں ملاحظہ ہو "شرح مواقف کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

"اے فلاسفہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ مردود و نادرست ہے جیسا کہ خود تم کو بھی اقرار ہے۔ کیونکہ بعض علم غیب تو تم خود ریاضت کرنے والوں کے لئے اور بیماروں (مالیخولیا و جنون وغیرہ کے مریض) کے لئے بھی مانتے ہو لہٰذا اس (بعض علم غیب) کی صورت میں نبی کو غیر نبی سے کوئی امتیاز (فرق) نہ رہ سکے گا (شرح مواقف کا ترجمہ)

ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں کہ "شرح مواقف" کی اس عبارت میں تقریباً وہی بات اور انہیں الفاظ میں کہی گئی ہے جو حضرت مولانا نے ابتداءً حفظ الایمان میں تحریر فرمائی تھی اب مطالع الانظار کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اگر اطلاع (علم غیب) سے مراد تمام غیبوں کا علم ہے تو ہمارے اور تمہارے اتفاق سے یہ بات نبی ہونے کے لئے شرط نہیں اور اگر اس اطلاع (غیب) سے بعض (غیب) کی اطلاع مراد ہے تو یہ بات نبی کے لئے مخصوص نہیں ہے کیونکہ کسی کے لئے بھی بعض غیب کا علم ممکن ہے"

(مطالع الانظار کا ترجمہ)

دیکھئے مطالع الانظار کا مفہوم بالکل وہی ہے۔ جو حضرت مولانا کی دوسری عبارت کا ہے جو تغیر العنوان میں شائع ہوئی ہے۔

kalahazrat@gmail.com

اب یہ بڑے حضرت کا حضرت پن ہو یا ان کا تجدیدی کرشمہ کہ علمائے حرمین
سے فتویٰ حاصل کرنے کے لئے ان کو یہ عربی کتابیں نہیں ملیں جن کو علمائے حرمین
پوری طرح دیکھ بھال سکتے اور سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ کوئی فتویٰ دیتے
بلکہ ان کو ملیں تو اردو کی کتابیں ملیں جن کو عربی میں اپنے کرتبوں کے ساتھ منتقل
کرکے ان کو فتویٰ حاصل کرنا پڑا۔ حضرت تھانوی نے "بڑے حضرت" کی
اسی "دیانت و امانت" کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر
اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر "شرح واقف" اور "مطالع الانظار"
کی عبارت بدلنے کے بعد"۔

بفضلہ تعالےٰ حفظ الایمان کی پوری بحث ہر پہلو کے ساتھ تمام ہوئی
جس کا خلاصہ یہ چند باتیں کہی جاسکتی ہیں۔

اول یہ کہ حفظ الایمان کی عبارت پہلے بھی بے غبار تھی جیسا کہ شرح
مواقف کی عبارت سے اس کی مطابقت ظاہر کر رہی ہے دوسری بات
یہ کہ علم غیب کا لفظ اپنے اصل معنی کے لحاظ سے صرف اللہ تعالےٰ
کے لئے مخصوص ہے کسی غیر کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں اسی بناء
پر فقہائے حنفیہ نے "علم غیب" کا عقیدہ کسی اور کے لئے ماننے والوں
کو کافر کہا ہے اور اسی لحاظ سے حضرت مولانا شہید اور حضرت گنگوہی
نے غیر اللہ کے لئے "علم غیب" ماننے کو شرک کہا ہے۔ تیسری بات
یہ کہ خدا تعالےٰ کے سوا جس کو بھی جو کچھ علم غیب حاصل ہے وہ ذاتی
نہیں بلکہ عطائی ہے اور عطائی میں بھی جمیع نہیں بلکہ بعض کا علم ہے

جیسا کہ اعلیٰحضرت کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد اور الدولۃ المکیۃ میں مذکور
ہے۔ (ملاحظہ ہو ص[illegible] و ص[illegible])

چوتھی بات یہ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے "عالم الغیب"
کا لفظ بولنا اور آپ کو "عالم الغیب" کہنا صحیح نہیں"۔

ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں اس قدر گوشہائے بحث ہوتے ہوئے اسکی
بالکل گنجائش ہے کہ مختلف علماء کے جوابات بھی اس میں مختلف ہوجائیں
مگر "خون کے آنسو" کے مصنف فاضل مشتاق بہت خوش ہیں کہ ہم نے مولانا
شہید اور مولانا گنگوہی کے فتوؤں سے دوسرے علماء دیوبند کو کافر بنا دیا حالانکہ
حقیقت صرف اتنی ہے کہ ان علماء میں سے جس نے علم غیب کے اصلی معنی
کا لحاظ کیا اس نے غیر اللہ کے لئے اس کا استعمال ناجائز اور کفر و شرک بتا دیا
جیسے کہ فقہائے حنفیہ اور مولانا شہید و مولانا گنگوہی بلکہ خود اعلیٰحضرت بھی
ان کے ساتھ ہیں اور جس نے اس کے معنی مجازی پر نظر کی تو اس نے غیر اللہ
کے لئے بھی لفظ غیب کا استعمال کرنے کی گنجائش نکال دی اس کا تقاضا
تو یہ تھا کہ یہ لوگ ان علماء حق کے ممنون ہوتے جنہوں نے اس موشگافی
اور معنی آفرینی سے بہت سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک اور بے دین
کہلائے جانے سے بچا لیا۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہاں سابقہ ہی "ایسے
احسان فراموشوں" سے پڑا ہے کہ وہ ان علمائے حق کا شکریہ
تو کیا ادا کرتے الٹے "ناکفری" پر آمادہ ہو کر ان کو کفر کے فتوؤں سے
نوازنے لگے ۔

نشہ پلاکے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

اپنا کلمہ پڑھوانے کی بحث

آٹھواں اعتراض معترضین کا ایک اعتراض حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ پہ یہ ہے کہ آپ اپنے مُریدوں سے اپنا کلمہ پڑھواتے تھے۔ جناب مشتاق نے کتاب "خون کے آنسو" میں اس اعتراض کو ان الفاظ میں مُتعدد جگہ دُہرایا ہے۔

(۱) خود تھانوی صاحب بزعم خویش اپنے مرید سے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھواتے تھے (خون کے آنسو ص۹۱)

(۲) مولانا تھانوی دیوبندیوں کے مادرزاد ولی تھے۔ پھر تدریجاً مرتبۂ نبوت پر پہنچے۔ یہاں تک کہ اپنے مُرید سے اپنی نبوت و رسالت کا کلمہ پڑھواتے تھے۔ (ص۱۱۴)

(۳) یہی ہے نخوت و غرور پندار و جہل مرکب کی وہ مسند جس پر تھانوی صاحب بیٹھ کر اپنے مرید سے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ کا کلمہ پڑھواتے تھے۔ (ص۱۲۳)

(۴) انا رسول و انا نبی اللہ کی دعوت دینے لگے۔

(۵) متنبی و مسیلمہ کذاب (جھوٹی نبوت کے دعویدار) کے پیرو کو متبعِ سُنّت کہنا کہاں تک درست ہے۔ (ص۱۲۴)

(۶) گویا کھُلے بندوں مولانا تھانوی نے اپنی نبوت و رسالت کا اقرار کیا۔ (ص۱۳۲)

(۷) اس پیر پرستی اور مُرید کی بے جا نیازمندی نے مولانا تھانوی کا دماغ اتنا اُونچا کر دیا تھا کہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھواتے اور اس پر اپنی رضامندی کی مُہر ثبت کرتے۔ (خون کے آنسو ص۱۵۰)

یہ ہیں اس اعتراض کے سلسلہ میں سات اقتباسات جو صرف ایک کتاب میں سات بار دُہرائے گئے ہیں۔

جواب حضرت تھانوی پہ اپنا کلمہ پڑھوانے کا جو الزام لگایا گیا ہے اس کا جواب تو ہم بعد میں دیں گے فی الحال اُن "فتوٰی بازوں" کی خدمت میں ان دو حکایتوں پر فتوے طلب کرتے ہیں۔

پہلی حکایت ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں (خواجہ بختیار کاکی خلیفۂ خواجہ اجمیری) اور بہت سے اہل صفا شیخ معین الدین" کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص باہر سے آیا اور خواجہ صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کی کہ میں آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا یوں کہو کہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ اس نے اسی طرح کہا اور خواجہ صاحب نے اُسے بیعت کر لیا اور خلعت دی" (فوائد السالکین ص۱۸، ۱۹ ملفوظات خواجہ اجمیریؒ)۔

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

دوسری حکایت

(حضرت چراغ دہلوی) نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں بیعت کی نیت سے آیا ہوں، اگر قبول فرمائیں۔ فرمایا مجھے منظور ہے۔ لیکن جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ عرض کی بسر و چشم۔ پوچھا کلمہ کس طرح پڑھتے ہو؟ عرض کی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

شبلی علیہ الرحمتہ نے فرمایا اس طرح کہو لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ مرید درست اعتقاد تھا اس نے فوراً اسی طرح کہہ دیا۔ (مفتاح العاشقین ص ۳ ملفوظات حضرت چراغ دہلوی)۔

ان حکایتوں پر میرا بھی یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

ذرا "خون کے آنسو" کو آواز دینا

ان حکایتوں پر اگر "خون کے آنسو" بہانے کا کوئی مشتاق ہو تو اس کو آواز دیجئے ؎

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

اگر کوئی صاحب تنہا فتوے دینے کی ہمت نہ رکھتے ہوں تو اپنے اعوان و مددگار اور انصار و شہداء کو بھی ساتھ لے لیں۔

اولئے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

ناظرین کرام: زحمت فرما کر مندرجہ بالا حکایتوں کو بار بار ملاحظہ فرمائیں اور

غور کریں کہ ان بزرگان دین نے کس صفائی سے اپنا اپنا کلمہ پڑھوایا اور مرید نے کس درست اعتقادی اور عقیدت مندی کے ساتھ ان کا کلمہ پڑھ دیا۔ اور ان بزرگان دین نے اس کی "پیر پرستی" اور بیجا "نیاز مندی" پر ایسی مسرت ظاہر کی کہ انعام کے طور پر اس کو خلعت و نعمت بھی دی۔ مگر اس پر کسی مشتاق کافر گر نے بھی کوئی فتوے نہیں دیا۔

اب آیئے ذرا حضرت تھانوی علیہ الرحمہ پر اپنا کلمہ پڑھوانے کا جو الزام ہے اس کی حقیقت کا جائزہ لیا جائے تو سنیئے اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ کسی شخص نے جو حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا معتقد تھا مرید نہ تھا اس قسم کا ایک خواب دیکھا جس میں کلمہ پڑھتے وقت اس کی زبان سے بار بار اور بے اختیار جس پر اسے کراہت بھی ہو رہی تھی مولانا ہی کا نام نکلتا رہا۔ اس نے حضرت مولانا کو اپنا خواب لکھ بھیجا۔ حضرت نے اس خواب کی تعبیر دیتے ہوئے یہ جواب لکھ دیا کہ اس واقعہ (خواب) میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو بعونہ تعالٰے وہ متبع سنت ہے۔

یہ تھی مختصر حقیقت اس بے بنیاد الزام کی اب اگر اس کی تفصیل بھی درکار ہو تو وہ بھی (قدرے اختصار کے ساتھ) پیش خدمت ہے۔ پہلے مختصراً اس سالک و معتقد کا خواب ملاحظہ فرمایئے۔

خواب

ایک روز کا ذکر ہے کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (مولانا اشرف علی صاحب) کا

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (مولانا اشرف علی صاحب) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے تو بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر بھی یہ کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَھو لنا اشرف علی" حالانکہ اب میں بیدار ہوں۔ خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں"۔ (خواب ختم)

اس خواب کی تعبیر اور اس خط کا جواب جو کچھ حضرت مولانا نے تحریر فرمایا تھا وہ اوپر نقل ہو چکا "کہ اس واقعہ (خواب) میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو بعونہ تعالےٰ وہ متبع سنت ہے (یہ خواب اور اسکا جواب "خون کے آنسو" ص۱۱۱ تا ص۱۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

فاضل مشتاق کی مشاقی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف ایک جگہ اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ خواب سے تعلق رکھتا ہے

اور یہ کہ مولانا نے کسی سے اپنا کلمہ نہیں پڑھوایا بلکہ ایک مرید نے حالتِ خواب اور عالم بے خودی و بے اختیاری میں از خود ان الفاظ میں کلمہ پڑھا ہے جس کو وہ خود بھی غلط سمجھتا ہے مگر خواب میں وہ اس کے درست ادا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ مگر انہوں نے ساری کتاب میں یہی رونا رویا ہے کہ وہ اپنا کلمہ پڑھواتے تھے جیسا کہ اوپر ہم نے ان کے سات اقتباسات نقل کئے ہیں ان میں سے کسی اقتباس میں بھی خواب کا ذکر تو کیا ہوتا اس کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ عالم بیداری اور ہوش و حواس کی حالت میں اگر کوئی بزرگ اپنا کلمہ اپنی زبان سے خود پڑھیں اور مرید سے خود پڑھوائیں (جیسا کہ فوائد السالکین اور مفتاح العاشقین سے نقل شدہ حکایتوں میں ہے) تو ان کے خلاف کوئی بھی آواز سنائی نہ دے اور مسندِ جہالت پر بیٹھ کر فتوے دینے والوں کی زبانیں ایسی گنگ ہو جائیں گویا ان کے منہ میں گھنگھنیاں بھری ہیں (یہ محاورہ پرانے زمانہ کا ہے اب تو گنگ ہونا اسوجہ سے ہوگا کہ انکے منہ میں "مرغ مسلم" ہوتا ہوگا) مگر حضرت تھانویؒ پر بے بنیاد الزام لگانے کے لیے انکے "چھوٹے حضرت" اور "بڑے حضرت" سب ہی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگیں اور کفر کے فتوے لکھ لکھ کر اپنی دواتیں خالی کر دیں اور قلم توڑ دیں۔ کوئی بتائے تو یہ کونسا انصاف ہے؟ ؎

وہ دُنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سُننا پڑے گی داستاں میری

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

ناظرین باتمکین نے حضرت شبلی اور خواجہ اجمیری کی حکایتوں سے ہی اندازہ کر لیا ہوگا کہ معترضین کے اس اعتراض میں کتنا وزن ہے اور یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ اس اعتراض کی زد (اگر واقعی کوئی ز... ہے بھی) تو حضرت تھانوی سے زیادہ ان بزرگان دین پر پڑتی ہے کیونکہ حضرت تھانوی کا جہاں تک معاملہ ہے انہوں نے کسی مرید سے خواب میں بھی اپنا کلمہ پڑھنے کی تلقین نہیں کی برخلاف ان بزرگانِ دین کے جنہوں نے جیتے جاگتے ہوش وحواس میں اپنے کلمہ کے لیے خود تلقین فرمائی بلکہ پڑھنے پر انعام بھی دیا اس لیے حضرت تھانوی کی کوئی صفائی پیش کرنے کے بجائے ہم ان بزرگوں کے پاک دامنوں کو ان دھبوں سے پاک کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو "خون کے آنسو" سے ناپاک ونجس اور بدنما ہوگئے ہیں تو سنیئے ان حکایتوں ہی میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان بزرگوں نے اپنا کلمہ صرف اس لیے پڑھوایا تھا کہ ان کو اپنے مرید کی درست اعتقادی اور طلب صادق کا امتحان منظور تھا (یا بقول جناب مشتاق مرید کی پیر پرستی اور اس کی بیجا نیازمندی کی آزمائش مقصود تھی)

چنانچہ حضرت شبلی کی حکایت میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ آپ (حضرت شبلی) نے فرمایا اے عزیز! میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ چاکر (غلام) ہوں آنحضرت ہی رسولِ خدا ہیں میں تو تیرا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا۔

(مفتاح العاشقین صـ۳)

اور اسی قسم کی توجیہہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کی حکایت میں بھی کی گئی ہے۔ (فوائد السالکین صـ۱۹)

اس توجیہ وحقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ان حضرات نے چونکہ واقعتاً اپنا کلمہ نہیں پڑھوایا تھا اس لیے ان کو کافر کہنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا امتحان کے لیے اپنا کلمہ پڑھوانا (جس کو بظاہر کفر ہی کہا جاسکتا ہے) صحیح بھی تھا یا نہیں؛ اور اس کو شرعاً کس طرح جائز ودرست مان لیا جائے۔

اس سوال کا جواب جناب مشتاق اور ان کے ساتھیوں کے ذمہ ضروری ہے مگر شرط یہی ہے کہ وہ جواب کسی دیوبندی عالم سے سنا ہوا یا کسی اہلِ حق کی کتاب سے استفادہ کیا ہوا نہ ہو یعنی بالکل خالص بریلوی جواب کی ضرورت ہے ورنہ اہلِ حق نے اس کا بھی جواب دیا ہے جس کو شوق ہو حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف "السنتہ الجلیہ" کا مطالعہ کرے۔

الحمدللہ کہ اب ان بزرگانِ دین کا دامن بھی "خون کے آنسو" کے ناپاک چھینٹوں سے پاک ہوگیا اور انہی حضرات کے طفیل میں حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی حیثیت بھی اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جہاں تک آپ پر اپنا کلمہ پڑھوانے کے الزام کا تعلق ہے وہ بالکل سفید جھوٹ اور خالص افتراء ہے۔ ہاں اس سلسلہ میں اگر کوئی الزام آسکتا تھا تو اس مرید پر آسکتا تھا جس نے آپ کا کلمہ پڑھا تھا۔

مگر یہ بھی اسی صورت میں جب کہ یہ واقعہ خواب سے تعلق نہ رکھتا ہوتا اور اب اس صورت میں کہ یہ واقعہ خواب کا ہے (جس میں اس نے اپنی مجبوری وبے اختیاری کا ذکر بھی بار بار کیا ہے) اس مرید پر بھی

kalahazrat@gmail.com

کوئی شرعی حکم اور فتوے نہیں لگتا اور اگر یہ "دین محمدی" کے پیرو اور "بڑے حضرت" کے "امتی" خواب پر بھی شرعی حکم لگاتے ہوں تو فتوے سے پہلے صاف صاف یہ اعلان کر دیں کہ ہم "دین محمدی" کی اس حدیث پر ایمان نہیں رکھتے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین (قسم کے) آدمیوں پر سے شرعی احکام کی پابندی اٹھالی گئی ہے۔ ایک سونے والے سے تاوقتیکہ وہ جاگ نہ جائے دوسرے بچے سے تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرے دیوانے سے تاوقتیکہ وہ ہوش میں نہ آجائے (غالباً اسی حدیث کے پیش نظر "علماء حق" حضرات اکابر دیوبند "فاضل بریلوی" کی تکفیر نہیں فرماتے تھے۔)

ظاہر ہے کہ اس حدیث پر نظر رکھنے کے بعد کوئی بھی صاحب دین و دیانت مسلمان خواب کی بناء پر کسی مسلمان کو بھی کافر و مرتد نہ قرار دے گا تو پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ جیسے محتاط عالم کس طرح اس مرید کو کافر و مرتد اور گردن زدنی فرما دیتے۔ دین محمدی میں رویائے صالحہ (سچے اور اچھے خوابوں) کا جو مقام ہے وہ اس سے واقف تھے انہوں نے اس خواب کے مطابق اس کی تعبیر دی لیکن جن حضرات کا ذوق خواب کے سلسلہ میں یہ ہو کہ خواب کے بارے میں یوں وہ فقرے بازی فرمائیں۔

"کچھ عجب اتفاق ہے" اکابر علمائے دیوبند کے جتنے بھی فضائل اور مناقب ہیں وہ سب خواب ہی کے راستہ آتے ہیں۔

("خون کے آنسو" صـ ۲۱۴)

ان سے دین کے شرعی حکم یا کسی سنجیدہ رائے کی توقع رکھنا ہی عبث اور لغو ہے اس لیے اس موقعہ پر تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں ؏

" سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

خواب کی بات پر خلیفہ ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ کا مشہور خواب یاد آگیا جس کی تعبیر آج بھی نہر زبیدہ کی شکل میں موجود ہے چونکہ وہ خواب اور اس کی تعبیر دونوں ہی مشہور ہیں اس لیے ان کا ذکر غیر ضروری ہے۔ مگر یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ اگر ملکہ زبیدہ کی بدقسمتی سے اس وقت بھی ایسے "علامے" اور فضول قسم کے "فاضل" اور "فتوے باز" موجود ہوتے تو یقیناً یہ لوگ اس بے چاری کے لیے "زنا" کی شرعی حد (سزا) تجویز فرما کر اس کو سنگسار (پتھراؤ) کرا دیتے مگر وہ تو کہئے کہ زبیدہ قسمت کی دھنی تھی کہ "ابن سیرین" جیسے عمدہ معبّر (خواب کی تعبیر بتانے والے) اس کو مل گئے جنہوں نے حدِ "زنا" جاری کرانے کے بجائے یہ تعبیر دی کہ اللہ تعالے تمہارے ذریعہ سے کوئی ایسا کام کرائے گا جس سے خدا کی ساری مخلوق فائدہ اٹھائے گی۔ چنانچہ ان کی تعبیر صحیح ہوئی اور اللہ تعالے نے ملکہ زبیدہ کے ہاتھوں "نہر زبیدہ" جیسی شاندار یادگار قائم کرا دی جس سے خدا کی بے شمار مخلوق آج بھی فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اس خواب کا ذکر ہم نے یوں ہی ضمناً کر دیا کہ ناظرین اس کا کچھ اندازہ فرما سکیں کہ خواب کی دنیا ایک بالکل الگ دنیا ہے جہاں شریعت

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

کے احکام قطعاً لاگو نہیں ہوتے مگر دینِ مجددی (بڑے حضرت کے دین و مذہب) کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ وہاں تو کفر کا فتوےٰ داغنے سے مطلب ہے وہاں اس سے غرض نہیں کہ وہ بات خواب کی ہے یا بیداری کی؛ کہنے والے کا وہ مطلب ہے یا نہیں ہے؛ ان کو تو "کافر" بنا کر اپنے کارخانہ کو شہرت دینی ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ شاید اسی لیے ہے کہ اسی سے ان کا پیٹ چلتا ہے۔

بلا تبصرہ

پچھلی سطروں میں جناب مشتاق نے علمائے دیوبند سے متعلق خوابوں پر جو تبصرہ فرمایا تھا کہ کچھ عجب اتفاق ہے کہ اکابر علمائے دیوبند کے جتنے بھی فضائل و مناقب ہیں وہ سب خواب ہی کے راستے آتے ہیں۔ اس فقرہ کے انداز نے مجبور کیا کہ ہم بھی جسارت کر کے دریافت کریں کہ "خون کے آنسو" بہانے والوں کا خون کن کن راستوں سے آتا ہے۔

خواب کے ذکر پر ہم کو بھی اعلحضرت سے متعلق چند خواب یاد آ گئے۔ ناظرین کی تفریح طبع کے لیے ہم ان کو یہاں نقل کرتے ہیں:۔

(۱) ایک عورت عالمِ خواب میں مدینۂ طیبہ حاضر ہوئی۔ وہاں اُس نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بریلی شریف مولانا احمد رضا خان صاحب کی مہمانی میں تین روز کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ جب سرکار واپس

ہوئے تو اس نے مدعا عرض کیا۔ ارشاد کریم فرمایا کہ بریلی جا کر احمد رضا کے مزار پر جا کر عرض حاجت کر۔ آنکھ کھلی تو بیداری میں بریلی شریف حاضری دی اور منزل مقصود کو پہنچی۔

(منقول از مقامع الحدید)

(۲) ایک شخص عرصۂ دراز سے بیعت کا ارادہ رکھتا تھا مگر ہوتا نہ تھا۔ ایک روز اُس نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بریلی جا کر ہمارے دوست احمد رضا سے بیعت کر لو پھر وہ بیعت ہو گیا۔

(ماخوذ از اشتہار مطبوعہ رشید المطابع بریلی)

(۳) جب ان کا (یعنی مولوی برکات احمد صاحب کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت قبر میں اُترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ (اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ) ان (مولوی برکات احمد صاحب) کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؛ فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے (اعلحضرت فرماتے ہیں) الحمد للہ یہ جنازۂ مبارک میں نے پڑھایا۔

(ملفوظات اعلحضرت جلد دوم ص ۲۵)

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

جملا اب تک کسی نے کہا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امامت کا خواب دیکھا ہو گا۔ مگر یہ بڑے حضرت "فاضل بریلی" ہیں جنہوں نے سچ مچ وہ نماز جنازہ پڑھائی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کی صف میں تشریف فرما تھے۔ پھر آپ کس شان سے اس پر الحمد للہ بھی فرما رہے ہیں۔ ناقل ملفوظات نے یہ کچھ نہ لکھا کہ اعلحضرت نے "الحمد للہ" فرماتے ہوئے اپنی مونچھ پر ہاتھ بھی پھیرا تھا یا نہیں؟ اعلحضرت کی شان خانیت کی تصویر کشی اس کے بغیر نامکمل رہ گئی۔ ہمارا خیال ہے کہ اس وقت خان والاشان نے مونچھوں پر ہاتھ ضرور پھیرا ہو گا۔

حصہ دوم

دین محمدی اور دین مجددی کا موازنہ

یعنی

علمائے بریلی اپنے عقائد و مسائل کے آئینہ میں

گذشتہ صفحات سے ناظرین کو اکابر علمائے دیوبند کی بے گناہی کا ثبوت ضرور فراہم ہو گیا ہو گا لیکن یہ کھٹک ابھی باقی رہ گئی ہو گی کہ ان علمائے حق کا آخر وہ کیا قصور اور کون سا جرم ہے کہ "بڑے حضرت" اور ان کے پیرؤوں کو ان حضرات سے ایسی دشمنی ہو گی جو کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آتی تو سنئے۔

ان علمائے حق کا جرم اور قصور صرف یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنے اپنے وقت میں اللہ تعالےٰ کے مبارک نام اور اسلام کے کلمۂ مبارکہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان والا شان کو سرزمین ہند میں بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جہاں تلوار کی ضرورت ہوئی وہاں تلوار سنبھالی اور سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان جہاد میں کود پڑے اور جہاں

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

قلمی ولسانی جہاد کی ضرورت ہوئی وہاں ان بزرگوں نے کلماتِ حق نوکِ زبان اور نوکِ قلم سے ادا کر کے اپنا فرض منصبی انجام دیا۔

مُلک بھر میں جتنی مخالف اسلام جماعتیں معروف کار تھیں مردانہ وار اُن کا مقابلہ کیا۔ عیسائیوں نے جب اسلام پر آکر حملے کئے آریہ سماجوں نے جب شدھی تحریک شروع کی۔ قادیان میں جب خود رونبی مرزا غلام احمد نے جنم لیا۔ علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک جب اُٹھی ہر وقت یہی عُلمائے حق اکابر دیوبند حق کو حق ظاہر کرنے اور باطل کو، باطل بنانے کے لیے میدان میں سامنے آئے۔

کاش کوئی ان "علمائے بدعت" اور "دین مجددی" کے پیروؤں سے دریافت کرتا کہ فرمایئے آپ حضرات اسلام کے ان آڑے اور نازک وقتوں میں کہاں تھے؟ آپ نے اپنا تبلیغ و اشاعت کا حق کس طرح ادا کیا؟

اور خیر یہ تو سب کام بڑے "پتہ ماری" کے کام ہیں جس کے آپ مرد بھی نہیں اس لیے ان کو چھوڑیئے مگر ان کے علاوہ بھی کوئی علمی اور اصلاحی کام آپ حضرات نے انجام دیا ہو تو ذرا اس کی کوئی فہرست پیش فرما دیجئے لیکن کہاں؛ اس سلسلہ میں تو آپ کی جماعت بالکل ہی نادار ہے۔

جیسا کہ اس کا اندازہ مدیر پاسبان کی اس اپیل سے ہوتا ہے (جو پاسبان بابت ۵۵ء یا ۵۶ء کے کسی شمارہ میں شائع ہوئی تھی) جس میں مدیر پاسبان نے ایک "دار التصنیف" کے قیام کی ضرورت ظاہر فرماتے ہوئے یہ حقیقت بھی (بلا ارادہ) تحریر فرما دی تھی کہ "مدارس عربیہ"

میں جو درسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کی شرحیں اور اُن کے حاشیے اکثر و بیشتر بلکہ قریب قریب تمام تر دیوبندیوں ہی کے لکھے ہوئے ہیں جن کو پڑھ کر ہمارا (بریلوی) طالب علم اپنے آپ کو بالکل "تہی مایہ" نادار اور خالی ہاتھ سمجھتے ہوئے "احساس کمتری" میں مُبتلا ہو جاتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ ایک دار التصنیف قائم کر کے تمام درسی کتابوں کے حاشیے اور ان کی شرحیں از سر نو اپنے علماء سے لکھوائی جائیں۔

مگر افسوس کہ مدیر پاسبان کی یہ اپیل "صدا بصحرا" ثابت ہوئی اور اس کے نتیجہ میں کوئی دار التصنیف قائم ہونا تو درکنار اس سلسلہ میں کوئی دو ورق کی پیش کش بھی سامنے نہ آئی اور اس اپیل کی اشاعت سے عُلمائے بدعت کی "تہی دستی" اور "بے مائیگی" کے اعتراف کا جو ڈھنڈورہ پٹ گیا وہ الگ کہ رہا سہا بھرم بھی رخصت ہو گیا۔

غرضیکہ تعلیم و تبلیغ، ارشاد و اصلاح، تصنیف و تالیف اور بحث و مباحثہ ہر میدان میں یہی علمائے حق سرگرم کار رہے اور اپنے روشن و یادگار کارناموں کی وجہ سے عزت و شہرت کی دولت کے مالک بن گئے۔

اعلیٰحضرت اور اُن کے چیلوں سے علمائے حق کی یہ مقبولیت اور شہرت جب دیکھی نہ گئی تو انہوں نے علمائے حق کے خلاف بہتان طرازی اور افترا پردازی کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جو کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آتا۔ "بڑے حضرت" مدت ہوئی ختم ہو گئے اور "کافرسازی" کا جو سلسلہ وہ

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

اپنی زندگی میں قائم فرما گئے تھے وہ بدستور جاری ہے اور کیسے جاری نہ رہے جب کہ خود "بڑے حضرت" ہی اس کی بڑی تاکیدی قسم کی وصیت بھی فرما گئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو وصایا شریف اعلیٰحضرت)

"رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبّت و اخلاق سے رہو۔ اور حتی الامکان شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے واضح ہے اس پر قائم رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" اللہ توفیق دے۔ (وصایا شریف ص۹)

ناظرین سے درخواست ہے کہ ذرا ان مجدد صاحب کی وصیت کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ شریعت محمّدیہ صلے اللہ علیہ وسلّم تو (نعوذ باللہ) ایک سرسری اور معمولی چیز ہے جسکے لیے تو محض حتی الامکان (امکان بھر) کا لفظ لائے اور اپنے دین مجددی اور اپنی کتابوں کا کیا اہتمام کیا ہے کہ اسکے لیے ارشاد فرمایا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ فرمایا بلکہ مزید تاکید بھی یوں فرما دی کہ یہ بات "ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" یعنی اللہ اور رسول پہ ایمان لانا نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا مجدد مائتہ حاضرہ "کے" دین مجددی" اور ان کی کافرساز کتابوں پر قائم (ڈٹے) رہنا ضروری ہے۔ (نعوذ باللہ)

اصل بات یہ ہے کہ ان "بڑے حضرت" کو حضرات علمائے حق کے مقابلہ میں خودستائی اور "انانیت" کی جو بری عادت پڑ گئی تھی وہ اُن میں

ایسی راسخ اور پختہ ہو گئی تھی کہ دین و شریعت اور "خدا اور رسول" کے مقابلہ میں بھی نہ جا سکی اور یہ بڑے حضرت بالکل "انا ربکم الاعلیٰ" والے انداز میں یوں گویا ہوئے کہ میرا دین و مذہب (یعنی دین محمدی نہیں بلکہ دین مجددی) جو میری کتب سے (یعنی قرآن و حدیث سے نہیں) ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔[1] اس موقعہ پر ایک نہایت اہم سوال ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ

کیا اعلیٰ حضرت کسی دوسرے دین کے بانی و داعی ہیں؟

اوپر جو وصیت نقل ہوئی اس سے یہ بات بالکل صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ اُن "بڑے حضرت" نے اپنی "تجدید" کے پردہ میں دراصل کوئی نیا دین و مذہب ایجاد فرمایا تھا جس میں کچھ نئے نئے عقائد اور نرالے نرالے مسائل کے علاوہ سب سے بنیادی بات یہ تھی کہ قرآن و حدیث کی جگہ خود اعلیٰحضرت کی کتابوں پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض تصور کیا جائے۔ چنانچہ اس واضح اور روشن حقیقت کو مزید آشکارا کرنے کے لیے اس دین مجددی کی تعلیمات کا کچھ نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں مگر اس سے پہلے ہم اپنے مذکورہ بالا دعوے کے ثبوت میں اعلےحضرت کی ایک تحریری دستاویز بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

---

[1] بلکہ محمد محبوب صاحب اشرفی نے تو صاف صاف لکھ دیا کہ قرآن مجید کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام نہیں ہے۔

kalahazrat@gmail.com

اعلیٰ حضرت کے دعویٰ نبوت پر ان کی تحریری دستاویز

فاضل بریلی اپنے فتاویٰ رضویہ کے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"تجد فیہا من نفائس کانھن الیاقوت والمرجان لم یطمثھن قبلی انس ولا جان"

(اے ناظر! تم اس مجموعہ فتاویٰ میں بہت سی صاف ستھری دلہنیں (اچھوتی تحقیقات) پاؤ گے گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے (وہ تحقیقات بالکل کنواری دلہنوں کی طرح اچھوتی ہیں)

غور فرمائیے کیا درپردہ یہ دعویٰ نبوت نہیں ہے یعنی یہ تحقیقات وہ ہونگی جو فاضل بریلی کو بغیر کسی انسانی و بشری واسطہ کے حاصل ہوئی ہیں۔

علمائے دیوبند پر تنقیص رسالت اور توہین کا الزام لگانے والے کہاں گئے؟ کیا فاضل بریلی نے اس بلند بانگ دعوے والی ناپاک عبارت میں قرآن کریم کے الفاظ شامل کر کے قرآن کریم کی تنقیص نہیں کی اور اپنی تحقیقات کو بالکل اچھوتی کہہ کر حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار نہیں کیا اور اپنے علم کو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع نہیں ثابت کر دیا اور کیا اس میں درپردہ اپنے لیے وحی و نبوت کا دعوے نہیں کر دیا؟ کفر کی مشین کو اس وقت کیا ہو گیا اس کا دہانہ کیوں بند ہو گیا؟ علمائے دیوبند پر بے جا اعتراض اور غلط غلط بہتان بندی کرنے والے اس کا جواب دیں؟ فاضل بریلی کی یہ تحریری دستاویز ہے جو ان کے نئے مذہب کی بنیادی اینٹ ہے اسی پر انہوں نے اپنے پورے مذہب کی عمارت تعمیر کی ہے۔

"اعلیٰحضرت" کے فتاویٰ اور اس کے خطبہ کا ذکر آ گیا تو اسی سلسلہ میں ان کی ایک زبردست خیانت و احسان فراموشی کا ذکر بھی کر دیا جائے۔

فاضل بریلی کی خیانت و احسان فراموشی :

فاضل بریلی نے اپنے فتاویٰ کے شروع میں اپنی سند فقہ بھی درج فرمائی ہے مگر لطف یہ ہے کہ اس کا کوئی استاد ہندوستانی علماء میں سے نہیں ہے کیا کوئی رضاخانی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ انہوں نے از اول تا آخر ساری تعلیم عرب ہی میں حاصل کی اور عرب علماء سے ہی انہوں نے باقاعدہ تحصیل علم کی ہے؟

اگر یہ بات ثابت نہیں کی جا سکتی اور یقیناً ثابت نہ کی جا سکے گی تو پھر اس کا جواب دیا جائے کہ "فاضل بریلی" نے اپنے ہندوستانی اساتذہ کا نام سند میں کیوں "گول" کیا اور اس طرح ان کی احسان فراموشی فرمائی یا نہیں۔

ہم نے مانا فاضل بریلی کو ان عرب علماء سے بھی اجازت و سند شاید مل گئی ہو مگر یہ تو شرعاً اجازت لے جاتی ہے اصل سند تو وہی ہوتی ہے جو ان اساتذہ کی ہو جن سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہو لہٰذا فاضل بریلی نے اپنی ہندوستانی اساتذہ کا نام سند میں کیوں ذکر نہیں کیا؟ اس موقع پر یہ شبہ اور سوال ہو سکتا ہے کہ کیا "اعلیٰحضرت" کے ہندوستانی استادوں میں کچھ حضرات دیوبندی یا وہابی قسم کے تو نہیں تھے جس کی بنا پر آپ نے ان کا تذکرہ موجب خطرہ سمجھ کر "گول" کر دیا ہو؟ -

kalahazrat@gmail.com

اب ہم دین مجددی کے عقائد و مسائل پیش کرتے ہیں۔

(۱) "کن" اولیاء اللہ کی شان ہے (۲) اولیاء اللہ جس کو "کن" کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے (یعنی دین محمدی میں قرآنی تعلیم تو یہ ہے کہ کن اللہ کی شان ہے۔ مگر "دین مجددی" میں رضاخانی تعلیم یہ ہے کہ اولیاء جس چیز کو کن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے) (۳) اولیاء اللہ مشکلوں کے وقت تشریف لاکر دستگیری فرماتے ہیں (۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے۔ جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لے لیں (۵) تمام زمین ان کی ملک ہے (۶) تمام جنت اُنکی جاگیر ہے۔ جنت و نار کی کُنجیاں دستِ اقدس میں دیدی گئی ہیں (یہ عقیدہ دراصل عقیدۂ شفاعت کا انکار ہے کیونکہ دوزخ و جنت میں داخل کرنا جب آپ ہی کے اختیار میں ہے اللہ تعالےٰ سے کوئی مطلب ہی نہیں تو پھر آپ شفاعت کس کی بارگاہ میں فرمائینگے۔ یعنی حقیقتاً مسئلہ شفاعت کے خود منکر ہیں مگر بدنام علمائے حق کو کرتے ہیں اسی کو کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) (۷) احکام شریعیہ (شرعی احکام) حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں فرض معاف فرما دیں (اور دین محمدی میں تو قرآنی تعلیم یہ ہے کہ اے نبی! آپ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے لیے کیوں حرام فرماتے ہیں؟ یعنی اللہ تعالےٰ تو آنحضرت صلعم کو کسی حلال چیز کو حرام فرمانے سے منع فرما رہے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالےٰ کو آنحضرت کے اختیارات کا علم ہی نہیں ہے یا

بڑے حضرت (معاذ اللہ) سے بھی بڑے ہیں کہ خُدا نے تو آپ کو اختیار نہیں دیا مگر "بڑے حضرت" ہیں کہ اپنی طرف سے حضور کو یہ سب اختیارات مرحمت فرمائے دے رہے ہیں) (۸) حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے، دلوں کے خطرہ سے آگاہ ہیں (۹) ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (یہ عقیدہ کفر و شرک ہے یا نہیں اس پر تو کوئی مُفتی صاحب فتوے دے سکتے ہیں۔ ہم تو صرف یہ کہیں گے کہ یہ عقیدہ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ ایک طرف تو یہ عُلمائے بدعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بھی مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی موجودگی اور حضوری میں اپنی آوازیں بھی بلند کرتے ہیں حالانکہ قرآنی تعلیم کی رُو سے آپ کے حضور آواز بلند کرنا سخت بے ادبی اور بڑی گستاخی ہے۔ (۱۰) اولیاء اللہ عالم الغیب ہیں اللہ تعالےٰ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دیدی ہے وہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ (۱۱) خدا تعالےٰ کافروں کے بخشنے پر قادر نہیں ہے جو یہ کہے کہ خدا کافروں کے بخشنے پر قادر ہے۔ وہ کافر ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ پر کفر کا فتوے اسی جُرم میں لگایا گیا جیسا کہ حصہ اوّل میں مفصل گزرا)۔

نمونہ کے طور پر دین مجددی کے یہ گیارہ عقیدے پیش کئے گئے (یہ سارے عقیدے بڑے حضرت کی مختلف تصانیف الامن والعلی شرح استمداد وغیرہ میں نیز بہار شریعت میں موجود ہیں۔ ہم نے الجنۃ لاہل السنۃ ص۲۳ سے نقل کئے ہیں) ان عقیدوں پر ہم کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن ناظرین کو اس حقیقت کی طرف ضرور متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھئے انسان جب ایک خُدا

kalahazrat@gmail.com

کا تصور ختم کر کے کسی اور کے لیے بھی صفات خداوندی ماننا شروع کر دیتا ہے تو
پھر یہ سلسلہ کسی ایک پہ جا کر رکتا نہیں چنانچہ "دینِ مجددی" کی اس تصویر میں دیکھ
لیجئے کہ خدا تعالیٰ کی مخصوص صفات (عالم الغیب ہونا حاضر و ناظر ہونا حاجت
کن ہونا وغیرہ) جب اس کی ذاتِ واحد سے آگے بڑھیں تو پھر وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر ختم نہیں ہوگئیں بلکہ اور
آگے بڑھ کر دوسرے بزرگوں کے لیے بھی مانی گئیں. چنانچہ ان اہل بدعت
کی طرح انکے بڑے بھائی "اہل رفض" بھی اپنے اماموں کو معصوم اور عالم ماکان وما یکون
(عالم الغیب) جانتے اور مانتے ہیں اور پھر ان بزرگوں پہ بھی بات ختم نہیں ہوئی بلکہ
بڑھتے بڑھتے اعلیحضرت کی شان میں یوں داد توحید دی گئی اور خدا تعالیٰ کی صفات
کو اسطرح اعلیحضرت میں تسلیم کیا گیا ہے کہ فرماتے ہیں :-

؎ گر مصیبت میں مدد چاہے کوئی آقا سے
دفع فریاد میں بلا حضرتِ اعلیٰ حضرت

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا
جو دیا تم نے دیا احمد رضا

در سے تیرے کب کوئی خالی پھرا
جس نے جو مانگا ملا احمد رضا

تیری عبدیت میں چہرہ لکھ گیا
منہ اجالا ہو گیا احمد رضا

میری حالت آپ پر سب ہے عیاں
آپ سے کیا ہے چھپا احمد رضا

سُنی مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ "ساقی کوثر" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ہوں گے مگر آپ رافضیوں سے دریافت کریں تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو
"ساقی کوثر" بتائیں گے اور اگر آپ اُن کے چھوٹے بھائی اہل بدعت سے
دریافت فرمائیں تو یہ جواب ملے گا -

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا

اسی طرح ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ "سید دوسرا" آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے لیے ہی عرفِ عام میں بولا جاتا ہے مگر "بریلی" کا ایک گستاخ شاعر
"فاضل بریلی" کو ہی سید دوسرا کہتا ہے ؎

سیدِ دوسرا کی چادر ہے

"بریلی کی کافر ساز" اور کفر بارگن مشین نہ جانے کیسی ہے جو ایسے لوگوں
پر کفر کے گولے نہیں برساتی -

قبر کے بارے میں ہر سُنی مسلمان یہ بات جانتا ہے کہ وہاں دو فرشتے
(منکر نکیر) آکر تین سوالات کرتے ہیں پہلا یہ کہ تیرا رب کون ہے ؟ دوسرا یہ
کہ تیرا دین کیا ہے ؟ اور تیسرا سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی
کے متعلق ہو گا کہ آپ کے متعلق تو کیا کہتا ہے ؟ اس عقیدے کو سامنے
رکھتے ہوئے اب دینِ مجددی کا یہ شعر سنیئے -

؎ نکرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
اب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

یعنی نکیرین کے کسی ایک سوال کے جواب میں "خانصاحب" کا نام نامی لے کر
فرشتوں کو گویا مرعوب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اب یہ بات ضرور
صاف نہیں ہوئی کہ خانصاحب کو اپنا رب بتایا جائیگا یا رسول یا کچھ اور؟

اگر اس سے بھی زیادہ "روشن توحید" کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو "رسالہ
انوار الصوفیہ" بابت جون ۱۹۲۹ء اور بابت اکتوبر ۱۹۳۱ء ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے
بعض حضرات کے تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ سنئے :-

"علی پور" والے تو کیا بن کے آیا
تو نورِ ازل کی ضیا بن کے آیا
بظاہر مرصع بباطن مجلیٰ
تو ہم رنگ حرفِ خدا بن کے آیا

مندرجہ بالا اشعار پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی شان میں شاید
ان کے کسی بندے نے عرض کئے ہیں۔ انہیں پیر صاحب کی شان میں یہ
شعر بھی ملاحظہ ہو :-

ترا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرام ہے
تری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے

اس شعر میں حریف بیت حرام کا ٹکڑا خاص توجہ کا طالب ہے کیونکہ
"حریف" کے معنی "مدمقابل" کے ہوتے ہیں۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ شاہ
جماعت علی شاہ ابرہہ کے مانند ہے اور اُن کا آستاں بھی شاہ ابرہہ
کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کی طرح بیت اللہ کا مدمقابل اور حریف ہے

(شاہ ابرہہ وہ بادشاہ ہے جس نے خانۂ کعبہ کی اہمیت کم کرنے کے لیے
اپنے کو خانہ کعبہ کا مدمقابل قرار دیا تھا اور بیت اللہ کو ڈھانے کے ارادے
سے ہاتھی کے ذریعہ چڑھائی کی تھی جس کا ذکر سورۂ فیل میں موجود ہے۔
(نعوذ باللہ منہ)

اسی سلسلہ میں دو ایک شعر اور ملاحظہ ہوں۔ پہلا شعر سنئے

ع وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اُتر پڑا تھا مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

اس شعر میں ہندو مت کے مطابق اوتار لینے کی ذہنیت کی صاف
ترجمانی پائی جاتی ہے اور عقیدۂ توحید کی جو مٹی خراب کی گئی ہے وہ محتاج
بیان نہیں مگر یہ نکتہ ضرور قابل توجہ ہے کہ یہ بے چارہ شاعر ایسا یتیم العلم ہے
جو اس حقیقت سے بھی شاید نابلد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
ولادت و بعثت دونوں ہی مکہ معظمہ میں ہوئی تھیں یا مدینہ منورہ میں؟
حالانکہ ایک مسلم گھرانے کا ایک چھوٹا بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ
بھی مکہ معظمہ میں ہوئی تھی اور آپ کی بعثت (نبوت کا اعلان) بھی مکہ معظمہ میں
مگر بیچارہ شاعر (جو شاید بڑے حضرت کا کوئی شاگرد رہے) وہ کہتا ہے

اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

اب دوسرا شعر لیجئے :-

اللہ کا محبوب بھی کم پایہ نہیں ہے
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

اس شعر کو "خون کے آنسو" صفحہ ۱۵۹ پر بڑے فخر کے ساتھ خانہ ساز علمائے اہلسنت کا مسلک بتایا گیا ہے اس کے مطلب پر شاید آپ نے غور نہ فرمایا ہو تو اب غور فرما لیجئے۔

"دین مجدی" کے پیرو "دین محمدی" کے پیروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے دیوبندیو! تم بھلا آنحضرت صلعم کو کیا مانتے ہو آپ کو تو ہم مانتے ہیں تم لوگ تو آپ کی شان میں ایسے شعر لکھتے ہو کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

مگر ہم کو دیکھو کہ آپ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ (اللہ کے محبوب کا پایہ مرتبہ (نعوذ باللہ منہ) اللہ سے کچھ کم نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کی یہ خصوصیت مانتے ہو کہ اس کا جسم نہیں ہے تو ہم بھی رسول کی ایک ایسی خصوصیت بناتے ہیں جو (نعوذ باللہ منہ) خدا کو حاصل نہیں ہے اور وہ صفت یہ ہے کہ آپ کا سایہ نہیں ہے لہٰذا خدا اور رسول دونوں برابر ہوں گے۔ کسی کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ اب اگر اللہ تعالےٰ اپنے جسم نہ ہونے پر فخر کرنا چاہیں تو ہم ان کے مقابلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش کر کے کہہ دیں گے کہ جناب یہ بھی آپ سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اگر آپ جسم نہیں رکھتے تو یہ سایہ نہیں رکھتے۔

جناب مشتاق نے اپنی دانست میں تو بہت معتدل قسم کا شعر اپنے مسلک کی ترجمانی میں پیش کیا تھا مگر اس کی بھی حقیقت یہ نکلی اور دوسری طرف مولوی حضرات نے الگ اس شعر کے خلاف سخت قسم کا احتجاج شروع کر دیا کہ

واہ علامہ واہ آپ نے اچھی وکالت فرمائی۔ آپ نے باری تعالےٰ کے لیے یہ بات کیسے کہہ دی کہ "وان جسم نہیں ہے" آپ نے ایسا اعلان کرتے ہوئے ہم غریبوں کا بھی تو کچھ خیال کیا ہوتا۔ ہم لوگ تو اپنی مولودی کتابوں میں برابر ایسے اشعار چھاپتے اور گاتے چلے آئے کہ

(الف)

خدا رُخ سے پردہ اٹھاتا ہے آج
محمد کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا
کہ زانو سے زانو ملاتا ہے آج

(ب) مولود شہیدی سے ایک مخمس کے آخری تین مصرعے ملاحظہ ہوں۔

جب عین وحدت کی صفت خالق نے اپنی مجھ کو دی
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ناظرین غور فرمائیں کہ "رخ" سے پردہ اٹھانے کے بعد یہ مصرع کہ:-
"زانو سے زانو ملاتا ہے آج" کس قدر ناقابل تصور منظر کی تصویر کشی کر رہا ہے جس کے لیے کسی "محب رسول" نے خون کے آنسو تو درکنار سادہ آنسو کا بھی ایک قطرہ نہ بہایا۔ اسی سلسلہ میں مولودیوں کی مشہور کتاب شمع لاہوت بزم ملکوت کا ایک شعر ملاحظہ ہو:-

خبر لیجیو موری علی جی کے بھیا!
مرے کالی کملی والے کنہیا

(شمع لاہوت صـ)

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

دیکھا آپ نے کس صفائی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس شعر میں بھیّا اور کنھیا کہا گیا ہے مگر اعتراض ہے علمائے دیوبند پر کہ یہ لوگ شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں اب بتائیے بھیّا اور کنھیا کہنے والا کون ہے ؟

یہاں تک تو "دین مجدی" کے بعض عقائد کا ذکر تھا اب ہم مثال کے طور پر اُن کے بعض مسائل بھی ذکر کرتے ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۱ ۔ نماز پڑھتے وقت زبان سے چاہیے تو نیت یہی کرے کہ میں اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہوں مگر دل سے نماز میں ادنیٰ توجّہ اور دھیان اللہ تعالےٰ کی طرف ہرگز نہ ہو بلکہ بالقصد اہتمام و فکر کے ساتھ آنحضرت صلعم کو یا کسی اور شیخ یا پیر کو اپنے سامنے موجود و حاضر تصوّر کرکے نماز پڑھے کہ گویا انہیں کو رکوع کر رہا ہے اور انہیں کو سجدہ کر رہا ہے اور جو شخص اس تصوّر کے بغیر نماز پڑھے وہ وہابی بلکہ کافر ہے (چنانچہ صراط مستقیم پر کفر کا فتوےٰ اسی لیے داغ دیا گیا ہے کہ اس میں اس قسم کی خاص توجہ اور صرف ہمت کو منع کیا گیا تھا جیسا کہ مفصل گزر گیا۔

مسئلہ نمبر ۲ ۔ درود شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بجائے اعلحضرت پر پڑھنا چاہیئے جیسا کہ اعلحضرت کے مریدین مستقل طور پر اُن کی خدمت میں درود کا تحفہ بھیجتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلیٰ عَبْدِ الْمُصْطَفٰی مَوْلَانَا اَحْمَدَ رَضَا۔ (الجنۃ لاہل السنۃ ص۱۳۷)

مسئلہ نمبر ۳ ۔ یہ ہے کہ میّت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اذان کہنی چاہیئے (بہار شریعت ص۱۱۱ ج ۴) مگر دین محمدی میں اس کا کہیں رواج نہیں اور یہ بات کس قدر مضحکہ خیز بھی ہے کہ نماز جنازہ تو بغیر اذان کے پڑھ لی اب نماز کے بعد اذان کا خیال آیا اگر اذان ہی کہنا تھی تو نماز سے پہلے کہتے۔ "اُلٹے بانس بریلی" اسی کو کہتے ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۴ ۔ جمعہ کے خطبہ کے وقت امام کے سامنے جو اذان منبر کے قریب ہوتی ہے دین مجددی کے لحاظ سے وہ اذان مسجد کے باہر ہونی چاہیئے (بہار شریعت ص۳۳ جلد ۴) حالانکہ دین محمدی میں اہلسنت کی تمام مسجدوں میں ہمیشہ سے یہ اذان امام کے سامنے ہوتی آئی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۵ ۔ میّت کو جس چیز کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے در اصل اس کو ثواب نہیں پہنچتا بلکہ وہ چیز اسی طرح قبر میں میت کو پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ محرم میں شہدائے کربلا کے لیے خاص طور پر شربت سے ایصال ثواب کرتے ہیں اور اسی بناء پر خود حضرت "اعلحضرت" نے اپنی یادگار وصیت میں ایصال ثواب کا لفظ تک نہیں استعمال کیا بلکہ اپنی خاص مرغوب اشیاء کا پارسل طلب فرمایا ہے ملاحظہ ہو وصایا شریف ۔ فرماتے ہیں

اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے کچھ بھیج دیا کریں ۔

(۱) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کا دودھ ہو (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ خواہ بکری کا (۴) شامی کباب (۵) پراٹھے (۶) بالائی (۷) فیرنی (۸) اُردکی پھریری دال معہ ادرک و لوازم (۹) گوشت بھری کچوریاں (۱۰) سیب کا پانی (۱۱) انار کا پانی (۱۲) سوڈے کی بوتل ۔ (وصایا شریف ص۹)

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

ناظرین کرام اس وصیت کو بار بار پڑھ کر پہلے تو اعلحضرت کے ذوق کام و دہن کی داد دیں اس کے بعد ان فرمائشی چیزوں میں، جو قیدیں لگائی گئی ہیں اُن پر غور فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ دودھ کا برف کا گھر بنا ہوا۔ بازاری نہ ہو اور مُستحب تو یہی ہے کہ بھینس کے دُودھ کا نہ ہو لیکن اگر مجبوراً بھی دُودھ میسر ہو تو خیر کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح فرمائش نمبر ۸ اُردو کی پھریری دال کے ساتھ معہ ادرک و لوازم کی قید بھی قابل غور ہے یعنی اُرد کی دال بغیر ادرک و لوازم مقبول نہ ہو گی۔ کیونکہ سادہ دال نفخ و ریاح پیدا کرتی ہے جس کے لیے قبر جیسی تنگ و تاریک جگہ کسی طرح مناسب نہیں۔ پھر ان سب شرطوں کے بعد بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کوئی شخص دودھ کا برف بھینس کے دودھ کا بنا دے یا اُرد کی دال بغیر ادرک و لوازم ہی کے پارسل کر دے یا ان کھانوں کے مقدار کی زیادتی گرانی کا سبب ہو جائے تو وصیت ختم کرتے کرتے آپ نے سوڈے کی بوتل بھی بڑھا دی یہ سوچکر کہ قبر میں فوری طور پر "فسٹ ایڈ" اور پہلی "طبی امداد" کا بھی شاید کوئی بندوبست نہ ہو گا۔

وصیت کی یہ طویل فہرست پڑھ کر جب آپ اچھی طرح چٹخارے لے چکیں تو یہ بھی سوچیں کہ آخر اپنی "صدی کا ایک مجدد" ولی کامل اور "عارف باللہ" انتقال سے ذرا دیر قبل باطن کی فکر کے بجائے بطن (پیٹ) کی فکر میں کیوں مبتلا ہے؟

اور وہ بھی یوں نہیں کہ اس وقت میرا جی چاہتا ہے کہ یہ چیز کھانے کو ملتی" اگر ایسا بھی ہوتا تو ہم سمجھ لیتے کہ مریض کی طبیعت مرض کی حالت میں کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ بعض چیزوں کی خواہش ہونے لگتی ہے مگر وہاں تو زندگی میں کسی چیز کے کھانے کی خواہش نہیں ہے بلکہ انتقال کے بعد

مزار شریف میں یہ غذائیں طلب فرمائی جا رہی ہیں۔

جناب مشتاق کی نظر اس فرق تک نہیں پہنچ سکی اسی لیے ان سے حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کی "ککڑی" اور مولانا حسین احمد صاحب کا "سمروا" برداشت نہ ہو سکا اور اس پر چیخ اُٹھے حالانکہ حضرت نانوتوی اور مولانا مدنی سے ککڑی اور سمروے کی جو فرمائش منقول ہے وہ مرض وفات کے زمانہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ زندگی میں کسی چیز کی طلب کرنے اور انتقال کے بعد کسی چیز کو وصیت کے ذریعہ قبر شریف میں منگوانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے ایک شبہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ ہم نے مانا کہ مُسلمان کا عقیدہ ہے "الایمان بین الخوف والرجاء" (یعنی اُمید و نا اُمیدی کی درمیانی حالت کا نام ایمان ہے)، یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین فکر آخرت و خوف خدا سے، ہمیشہ لرزاں و ترساں رہے ہیں لیکن اللہ کی رحمت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مایوسی بھی تو مسلمان کی شایان شان نہیں بلکہ کفر ہے۔ ایسی صورت میں بڑے حضرت کا جنت اور اس کی نعمتوں سے مایوس ہو کر صرف عزیزوں کے بھیجے ہوئے پارسلوں کی آس لگائے رکھنا بھی تو کوئی معقول بات نہیں ہو سکتی۔ پھر غور کرنے کی ایک بات یہ بھی تھی کہ اگر خدانخواستہ جنت کی نعمتوں کا دروازہ بند ہو گیا تو پھر عزیزوں کے بھیجے ہوئے یہ دُنیاوی پارسل کیسے بُک ہو سکیں گے (اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رکھے (آمین)۔

www.alahazrat.com
kalahazrat@gmail.com

اس وصیت کا یہ پہلو اور بھی مضحکہ خیز ہے کہ اگر کسی بڑے حضرت کے کسی عزیز کو شومی قسمت اور شامت عقیدت سے اس وصیت پر پابندی کے ساتھ عمل کی توفیق ہو جائے تو پھر اس کا دیوالیہ ہو جانا بھی یقینی ہے کیونکہ اعلحضرت کو یہ اشیاء سال بھر یا عمر بھر میں ایک آدھ بار نہیں بلکہ ہفتہ میں دو تین بار درکار ہیں۔ یعنی اعلحضرت کا فاتحہ گیا ہوا "باری کے بخار" کی طرح اچھا خاصا مرض ہو گیا۔

وصیت پر تبصرہ کچھ طویل ہو گیا مگر کیا کیا جائے بڑے حضرت کی بڑی وصیت بھی کچھ تو اس کا حق ادا کرنا تھا اور کچھ یہ کہ ؎

لذیذ بود وصیت دراز تر گفتم

یہ وصیت لذیذ ہی اس قدر تھی کہ اس کا صرف ذکر کر کے چٹخارہ نہ لینا بھی کسی طرح کفران نعمت سے کم نہیں کہا جا سکتا۔ غالباً اسی قسم کے فاتحہ کا تجزیہ اکبر الہ آبادی نے کیا ہے اور خوب کیا ہے ؎

نہیں بتائیں کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہو گا

ہم جانتے ہیں کہ بہت سے حضرات اس وصیت پر ہمارے تبصرہ کو پڑھ کر برجستہ یہ کہہ دیں گے ؎

مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود

سو ایسے کرم فرماؤں کی خدمت میں ہم پیشگی یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ مردودوں کی فاتحہ درود کے تو ہم خود بھی قائل نہیں ہیں بلکہ درود تو ہم ویسے

بھی صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی بھیجتے ہیں آپ کے سوا کسی بڑے حضرت یا چھوٹے حضرت پر درود بھیجنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے کہ وہ درود بھی مردود ہی ہو گا اس کے مقبول ہونے کا امکان ہی کب ہے اور یہی حال ایسے لوگوں کے فاتحہ کا بھی ہے۔ اسکے لیے ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ :-

مر گئے مردود ان کی فاتحہ بیسود

مسئلہ نمبر ۶ - دین مجددی کا بنیادی مسئلہ میلاد و قیام ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلعم کے ذکر پاک اور میلاد مبارک کا تعلق ہے اس میں کسی صحیح العقیدہ اہلسنت والجماعت (سنی مسلمان) کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ کا ذکر ولادت شریف ہو یا آپ سے متعلق کوئی تذکرہ ہو یہاں تک کہ آپ کے غلاموں آپ کے جانوروں بلکہ آپ کے نعل مبارک کا بیان بھی باعث برکت اور موجب ثواب ہے۔

علمائے حق (علمائے دیوبند) کی تحریریں اس سلسلہ میں روز روشن سے زیادہ واضح ہیں یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی صاحب علمائے دیوبند میں سے کسی عالم کی کوئی تحریر ایسی نہیں دکھا سکتے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس ذکر ولادت شریفہ کو منع کیا گیا ہو۔ علمائے دیوبند بالاتفاق نفس بیان ولادت شریفہ کو ہمیشہ مندوب و مستحب اور باعث برکت و ثواب لکھتے آئے ہیں۔ علمائے دیوبند نفس میلاد کو نہیں روکتے بلکہ اس کی بے جا اور ایجاد بندہ پابندیوں کو منع کرتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص ناجائز وقتوں میں نماز پڑھنا چاہے یا عید و بقرعید کے دن

kalahazrat@gmail.com

روزہ رکھنا چاہے یا کسی نماز میں ایک رکوع یا سجدہ یا رکعت کا اضافہ کرنا
چاہے تو ظاہر ہے کہ اس کو منع کیا جائے گا تو جس طرح منع کرنے والے
کے لیے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ یہ شخص نماز و روزہ کو منع کرتا ہے۔ بالکل یہی
صورت یہاں بھی ہے کہ میلاد منع نہیں ہے بلکہ اس کو غلط طور پر کرنا منع
ہے۔ ان پابندیوں کے بغیر جب جس کا جی چاہے شوق سے میلاد شریف
کر سکتا ہے۔ خود حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے ایک مستقل کتاب "نشر الطیب"
ایسے لوگوں کے لیے تصنیف فرمادی ہے جو گاہ گاہ آپ کا ذکر ولادت
شریف پڑھنا یا سننا چاہتے ہوں اس لیے نفس میلاد میں تو کوئی
اختلاف نہیں ہے۔

ہاں میلاد شریف کے سلسلہ میں بعض دوسری غلط چیزوں کے ساتھ ساتھ
قیام کا مسئلہ یقیناً اختلافی ہے اور یہی مسئلہ دین مجددی کا خاص مسئلہ ہے جس
کو ان لوگوں نے سنت و مستحب تو در کنار فرض تک قرار دیدیا ہے۔
ملاحظہ ہو ان کا مشہور فتوے غایۃ المرام جس میں لکھا ہے کہ حضورؐ ہر محفل میلاد
میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا
کافر ہے (غایۃ المرام ص۵۵ وص۵۶ وص۶۰ وص۶۱)

حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ میلاد کے قیام کا ذکر و حکم نہ تو قرآن میں
ہے نہ حدیث میں نہ اس پر صحابہ کرام نے عمل کیا نہ تابعین عظام و ائمہ مسلمین
نے اس لیے یہ بالکل بے اصل چیز ہے۔ اس موقع پر بعض لوگ کہہ دیتے
ہیں کہ آخر اس میں کیا حرج ہے کہ حضورؐ کے لیے اگر ایسا کرلیا جائے۔ ہم

اس کے جواب میں ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر عید کے روز روزہ رکھ لیا جائے
تو کیا حرج ہے ؟ یا مغرب کے فرض میں اگر ایک رکعت کو بڑھا کر چار رکعتیں پڑھ
لی جائیں تو کیا حرج ہے یا مثلاً کلماتِ اذان میں آخری کلمہ صرف لا الٰہ الا اللہ
ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کا اضافہ کر دے اور اس کے
جواز میں یہ کہے کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے تو آخر آپ کس دلیل سے اس
کو جواب دیں گے یہی نہ کہ ثابت نہیں ہے بس یہی دلیل ہماری بھی ہے کہ
قیام میں تعظیم و احترام سب تسلیم مگر ثابت نہیں ہے اس لیے نہ کیا جائے
ہم تو اس کے قائل ہیں ؎

مصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

یا

کوئی ولولہ ہو نا حوصلہ یہی مسئلہ یہی فیصلہ
جو حکم دے تو حلال ہے جو وہ روکدے تو حرام ہے

انعام اعلان اور چیلنج

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نہایت صاف طور پر
یہ چیلنج کرتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب ہمارے
مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات ہماری شرطوں کے مطابق دیدیں تو ہم
انشاء اللہ تعالیٰ اپنی حیثیت کے مطابق ان کا منہ مانگا انعام ان کو دینے
کے لیے تیار ہیں وہ سوالات یہ ہیں :-
(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا میلاد شریف آج کل کے

www.ahlehad.com
kalahazrat@gmail.com

مروجہ طریقہ پر کیا یا نہیں۔

(۲) اگر کیا تو قیام و سلام کے ساتھ یا بغیر قیام و سلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام و سلام کا ثبوت دے کر انعام لیجئے۔

(۳) آپؐ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد "خلفائے راشدین" نے آپؐ کے "اہل بیت" نے یا کسی صحابی نے کبھی میلاد شریف کا کوئی جلسہ کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس ماہ و تاریخ میں کیا اور اس میں قیام و سلام بھی ہوا یا نہیں؟ بتایئے اور انعام لیجئے۔

(۴) صحابہ کرام کے بعد علمائے اہلسنت بلکہ تمام اہل سنت کے امام حضرت ابوحنیفہؒ نے یا ان کے شاگرد امام ابویوسف و امام محمد وغیرہ نے میلاد شریف کبھی خود کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو قیام و سلام کیا یا نہیں؟ ان حضرات سے بھی قیام و سلام کا ثبوت دیجئے اور انعام لیجئے۔

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات میں اگر کوئی صاحب کوئی مستند ثبوت پیش کر دیں تو ان کو منہ مانگا انعام انشاء اللہ تعالے دیا جائیگا۔ اور اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے اور ہم چیلنج کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالی وہ قیامت تک قیام و سلام کا ثبوت نہ دے سکیں گے تو پھر ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ براہ مہربانی وہ اپنے بارے میں صاف صاف یہ اعلان کر دیں کہ:-

"ہم لوگ دراصل اہل سنت والجماعت سے نہیں ہیں نہ ہمارا عمل فقہ حنفی پر ہے ہم لوگ "دین محمدی" سے الگ "دین مجدی" کے پیرو ہیں اور

ہم قرآن و حدیث کی بجائے اعلحضرت کی کتابوں کو مانتے ہیں اور ان پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض تصور کرتے ہیں۔"

ان کے اس اعلان کے بعد ہم کو ان سے کوئی سروکار نہیں رہیگا اور عام مسلمان بھی ان کے اس "بہروپ" سے واقف ہو کر صحیح راستہ پر چل سکیں گے؛ چنانچہ ہمارے اس چیلنج کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم عام مسلمانوں کے سامنے ان "بناسپتی اہل سنتوں" کی نقاب کشائی کر دیں اور مسلمان دیکھ لیں کہ اس چیلنج کی جواب دہی سے عاجز رہنے والے حضرات جماعت اہل سنت اور طریق قرآن و حدیث سے کتنے دور ہیں اور حلق پھاڑ پھاڑ کر "نعرۂ رسالت" اور "نعرۂ غوثیت" صرف اس لیے لگایا جاتا ہے کہ کسی کو ان کی "رسول دشمنی" اور مخالف سنّت کا شبہ نہ ہونے پائے ؎

حبِ رسول اصل میں تعمیل دین ہے
گر یہ نہیں تو دعویٰ الفت رسولؐ ہے

مسئلہ فاتحہ۔ یہ مسئلہ بظاہر تو زیادہ اہمیت کا حامل نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اہل بدعت کو اپنی حقیقت معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ اگر فاتحہ کے مسئلہ پر ہم زیادہ زور دیں گے تو "اہل ذوق" خواہ نہ سمجھیں مگر "اہل نظر" ضرور سمجھ جائیں گے کہ اس مسئلہ پر زور محض اس لیے نہیں دیا جا رہا ہے کہ اس کا تعلق دین و مذہب یا روح و باطن سے ہے بلکہ یہ سارا زور اس لیے لگایا جا رہا ہے کہ اس سے ان کے پیٹ کا تعلق وابستہ ہے۔ اس لیے عام طور پر اہل بدعت اس مسئلہ کو نہیں چھیڑتے بلکہ وہ لوگوں کو زیادہ تر

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

مسئلہ میلاد و قیام ہی کے ذریعہ اہل حق سے نفرت دلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن چونکہ کہیں کہیں اور کبھی کبھی یہ حضرات اپنی تقریر و تحریر میں فاتحہ کا ذکر بھی لے آتے ہیں اور عام لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ لوگ فاتحہ اور ایصالِ ثواب کے قائل ہی نہیں ہیں اس لیے ہم مختصر طور پر اس مسئلہ کی حقیقت بھی بیان کیے دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ توضیح ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں بحث و اختلاف کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو نفس فاتحہ و ایصال ثواب کا ہے اور دوسرا پہلو اس کے مروجہ طریقہ کا ہے پہلے پہلو میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ عبادات نفلی کی جتنی صورتیں بھی ہو سکتی ہوں خواہ مالی، خواہ بدنی، خواہ انسانی ہر قسم کی نفل عبادت کا ثواب کسی دوسرے کو بخشا جا سکتا ہے پھر مالی عبادت خواہ کپڑے کی شکل میں ہو خواہ کھانے کی شکل میں، ہو خواہ نقد کی شکل میں ہو ہر قسم کا ایصالِ ثواب جائز اور درست ہے۔ علمائے دیوبند میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ البتہ سیدنا الغوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ اور دوسرے بزرگانِ دین جو فقہ شافعی و حنبلی پر عامل تھے اور جن کے نام کا نعرہ لگاتے لگاتے اہلِ بدعت کی زبانیں سوکھ سوکھ جاتی ہیں۔ یہ حضرات ضرور ہر قسم کے فاتحہ و ایصال ثواب کو درست نہیں مانتے مگر کوئی "بناسپتی" سنی اُن کو "وہابی" نہیں کہتا آخر یہ کیا تماشہ ہے مکتبہ بریلی سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی عالم یا علامہ اس تضاد کو دور کر دے تو ہم اس کے بے حد ممنون ہوں گے۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو اس کا مروج طریقہ ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ہم علمی دلائل کی روشنی میں کوئی بات کہنا اپنے فریق مخالف کے لحاظ سے بے کار سمجھتے ہیں ان حضرات سے تو صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر فاتحہ کے ثبوت میں وہ دلیلیں جو آپ پیش کرتے ہیں کچھ وزن رکھتی ہیں تو ذرا کوئی ادنیٰ سا عقلی و تاریخی ثبوت اس بات کا پیش کر دیجیے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تیجہ اور سالانہ فاتحہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس تاریخ کو کیا اور اس فاتحہ میں پنج آیات کن کن صحابہ نے پڑھیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تیجہ یا سالانہ فاتحہ کب کب کن کن حضرات نے کیا اور آگے چلئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تیجہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کس روز کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اگلے سال حضرت زین العابدین نے کس تاریخ میں کی۔ ان کے سلسلہ میں سب سے پہلی مجلس شہادت کب ہوئی اور بیان شہادت کس نے پڑھا اور آگے چلئے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کن کن بزرگوں کا فاتحہ کرایا خود اُن کی وفات پر اُن کے شاگردوں نے ان کا تیجہ یا سالانہ فاتحہ کرایا کہ نہیں اگر نہیں کرایا اور یقیناً نہیں کرایا تو آپ ہمیں اپنا مقلد کیوں بنانا چاہتے ہیں اس سوال کا جواب رضاخانی علماء میں سے کوئی صاحب بھی دے سکتے ہیں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

آخر میں دو لفظ ان حضرات کی دلیلوں کے سلسلہ میں بھی عرض کر دوں۔ فاتحہ کے سلسلہ میں یہ حضرات جو حدیثیں پیش کرتے ہیں وہ سب آنحضرت صلعم کے

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

معجزات سے تعلق رکھتی ہیں ان سب موقعوں پر آپ نے دُعا سے برکت فرمائی ہے اور آپ کے معجزہ کے طور پر کھانے پانی میں برکت وزیادتی ہو گئی ہے۔

اب ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ اہل بدعت اپنے متعلق اس غلط فہمی میں ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ کی طرح (نعوذ باللہ منہ) ان سے بھی کسی معجزہ کا ظہور ممکن ومتوقع ہے اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو پھر اپنا نام رضاخانی گروہ کے بجائے قادیانی گروہ میں درج کرا لیجئے اور اگر اسکا جواب نفی میں ہے تو احادیث معجزات کے علاوہ کوئی مستند دلیل پیش کیجئے جس سے ثابت ہو سکے کہ فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا اور اس پر کچھ آیات پڑھنا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اور آپ نے اس طرح فاتحہ دیا ہے پھر ان احادیث پر غور کیجئے تو ایک پُر لطیف نکتہ یا لطیفہ نکلتا ہے کہ احادیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کسی صحابی کی دعوت پر اس کے مکان تشریف لے گئے اور آپ نے (بقول اہل بدعت) فاتحہ دیا لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ یہ فاتحہ کس لیے تھا آیا خود حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا فاتحہ پڑھا یا اس میزبان کا پڑھا تھا؛ اگر آج کل کے مُریدوں کو شبہ ہو جائے کہ ہمارے پیر صاحب ہمارا فاتحہ پڑھنے آتے ہیں تو خدا نے چاہا بہت جلد اپنے آپ ہی فاتحہ کی یہ رسم ختم ہو جائے گی۔

میلاد کی طرح اس مسئلہ میں بھی ہماری طرف سے صاف اعلان ہے کہ اگر فاتحہ مروجہ کے ثبوت میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، حضرات اہلبیت امہات المومنین رضی، حضرات تابعین و ائمہ عظام کے عمل سے کوئی واضح ثبوت ہو تو پیش کیجئے ورنہ اعلان کر دیجئے کہ دین محمدی اور فقہ حنفی سے حقیقتاً ہمارا کوئی

تعلق نہیں ہے ہم محض عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ان کا نام لیتے ہیں کہ کام سے ہمیں کام نہیں ہے ہم تو دین مجددی اور "مسلک اکابیرہ" پر عمل پیرا ہیں۔ فاتحہ سے ہمیں جو قلبی تعلق اور دلی لگاؤ ہے اس کا اندازہ کرنا ہو تو پھر ہمارے بڑے حضرت کی وصیت مطالعہ کرو نظر پڑتے ہی چٹخارے لینے لگو گے آپ کے اس اعلان کے بعد ہم آپ سے کچھ نہ کہیں گے یہ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں آپ اعلان کر کے تو دیکھئے۔

یہ جو کچھ ہم نے عرض کیا اس کے مخاطب رضاخانی حضرات ہیں باقی سیدھے سادے وہ مسلمان جو واقعی فاتحہ کے متعلق لاعلم ہیں اور اسکا صحیح طریقہ اور اس سلسلہ میں صحیح مسلک جاننا چاہتے ہیں ان کے لیے ہم نہایت صاف لفظوں میں عرض کئے دیتے ہیں کہ الحمد للہ ہم فقہ حنفی کے مطابق فاتحہ (ایصال ثواب) کے بھی قائل ہیں اور نذر و نیاز کے بھی قائل ہیں لیکن اسی طریقہ پر جس طریقہ پر فقہ حنفی سے اسکا ثبوت ہے، چنانچہ نذر و نیاز فقہ حنفی کے مطابق صرف اللہ تعالےٰ کیلئے ہونی چاہیے کسی اور کیلئے نہیں جیسا کہ شامی میں ہے "النذر عبادۃ" یعنی نذر عبادت ہے جو صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیئے اور فاتحہ (ایصال ثواب) جس کے لیے چاہے کیا جائے خواہ عزیز و اقارب کیلئے خواہ دوست احباب کے لیے خواہ بزرگان دین، اولیاء کرام و انبیاء عظام علیہم السلام کیلئے بالکل درست ہے ہمیں اس سے بالکل اختلاف نہیں ہے۔

فاتحہ کا طریقہ

اسکا طریقہ جو احادیث سے ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ انسان جس نفلی عبادت (خواہ مالی ہو یا بدنی) کا ثواب پہنچانا چاہے پہلے وہ کام انجام دے لے قرآن پڑھنا ہو تو پہلے پڑھ لے، فقیروں کو کھانا کھلانا

www.ahlehad.com

kalahazrat@gmail.com

ہو تو کھانا کھلادے نقد پیسہ دینا ہو تو پہلے پیسے دیدے اسکے بعد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور دعا کرے کہ اے اللہ! میری اس عبادت کا ثواب حضور کے صدقہ میں قبول فرمالے اور اس کا ثواب آنحضرت صلعم کی روح پر فتوح کو پہنچا کر فلاں بزرگ یا فلاں عزیز کو پہنچا دے۔ بس یہ طریقہ تو تعلیمات نبوی صلعم کے مطابق ہے اور صحیح ہے۔ باقی جو طریقہ عام طور پر رائج ہے وہ چونکہ کتب حدیث اور احکام فقہ سے ثابت نہیں ہے اسلئے ہم لوگ نہ اس طریقہ پر خود عمل کرتے ہیں نہ دوسروں کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا دین محمدی کے پیروں کے لیے تو یہی طریقہ مناسب ہے ہاں "دین مجددی" کے لوگ چونکہ اعلیٰحضرت کے دین و مذہب پر عمل پیرا ہیں اس لیے وہ اعلیٰحضرت ہی کے دین و مذہب کے مطابق عمل کرینگے۔ ہم انہیں کچھ کہتے بھی نہیں ہمارا خطاب تو مسلمانان اہلسنت سے ہے جنکا دین و مذہب کتاب و سُنّت ہے اعلیٰحضرت کی کتابیں نہیں ہیں۔ اعلیٰحضرت کے مذہب میں تو کھانے کا ثواب نہیں پہنچتا ہے بلکہ وہ کھانے پہنچتے ہیں جیسا کہ ہم اعلیٰحضرت کی وصیت کی سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں۔

دین مجددی کے یہ چند مسائل نمونہ کے طور پر زیر بحث آگئے ورنہ تو اس دین کی بنیاد ہی نئے نئے مسائل اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے بجائے "جدت و بدعت" پر ہے چنانچہ خود اعلیٰحضرت نے اپنے فتاویٰ رضویہ کے عربی خطبہ میں نہایت فخر کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ہے ؂

(اے ناظر! تم اس فتاویٰ رضویہ میں بہت سی صاف ستھری دلہنیں (تحقیقات) پاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں جن کو مجھ سے پہلے کسی آدمی یا جن نے ہاتھ تک نہیں لگایا)۔

ذرا دیکھئے بڑے حضرت کے بڑے حوصلے کہ اپنے آپ کو سارے انسانوں اور جنات پر کسی صفائی سے فوقیت دے رہے ہیں اور قرآن کریم میں جنت کی حوروں کی تعریف و توصیف کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے تھے وہ آپ اپنی نکالی ہوئی باتوں کے لیے استعمال فرما رہے ہیں کسی محب رسول کو اپنے اعلیٰحضرت کی اس تعلی میں تنقیص کیوں نہیں نظر آئی! ان کی اس "تعلی بیجا" پر انکا ایک شعر یاد آگیا:-

ع ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اس شعر کی لفظی و معنوی خوبیوں کی نقاب کشائی تو کوئی شاعر ہی کر سکتا ہے ہم کو تو صرف دو باتیں صاف کرنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس شعر میں "تم کو" کا استعمال صحیح طور پر نہیں ہوا ہے کیونکہ یہاں تمہارے لیے کہنے کا موقع تھا۔ اعلیٰحضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے رضا ملکِ سخن کی بادشاہی تمہارے لیے مسلم اور ثابت ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کو یہ مسلم ہے یعنی تم کو اس کا اقرار ہے اور دوسری بات یہ کہ رضا اور مسلم دو الگ الگ ٹکڑے ہیں۔ کوئی صاحب غلطی سے اس کو "مرغ مسلم" کی طرح "رضا مسلم" ایک چیز نہ سمجھ لیں۔ ضرورت شعری کی بنا پر ایسا ہو گیا ہے اور اشعار میں اس قسم کی باتیں قابل توجہ نہیں ہوتیں۔

———✻———

www.alahazrat.com
kalahazrat@gmail.com

حصہ سوم

اعلیٰ حضرت اور اُن کا مشن؟

اُن کی مشین اور مشینری

علمائے حق اور اکابر حضرات دیوبند کی انتہا پسندانہ مخالفت کرنیوالوں میں یُوں تو کئی نام سامنے آتے ہیں لیکن جو خصوصیات اعلحضرت کو حاصل تھیں انہوں نے ان کو اپنے دوسرے ہمعصروں سے ممتاز کر کے صحیح معنوں میں پورا پورا "حریف حق" بنا دیا تھا۔ ان کے تلمیذ روحانی فاضل مشتاق نظامی خود اس حقیقت کا اعتراف یوں فرماتے ہیں :۔

"چونکہ اعلحضرت کے کار تجدید میں نمایاں پہلو عقائد باطلہ کی تردید کو حاصل ہے اور اُس بارے میں اگر کسی کو آپ کا شریک وسہیم قرار دیا جا سکتا ہے تو علامہ فضل حق اور مولانا فضل رسول بدایونی کو، لیکن ان دونوں کی زندگی میں یہ حصہ جزوی حیثیت سے نظر آتا ہے اور اعلحضرت کی پُوری زندگی احیاء سُنّت اور رد ابطال کی آئینہ دار ہے۔ یہ موازنہ من حیث تجدید بلکہ محض ردّ وہابیہ کے مخصوص شعبے سے متعلق ہے۔

(ملاحظہ ہو پاسبان مجدد نمبر ص)

ع
ہم لکھیں گے گرچہ مطلب کُچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

"مدیر پاسبان" نے یہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی تضاد بیانی اور بے مطلبی سے قطع نظر کرنے کے بعد اس کا مطلب بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اعلحضرت کو ان کے ہمعصروں سے ممتاز کرنے والی خاص صفت ان کی تردید وہابیہ ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ان حضرت نے اپنی ساری زندگی "علمائے حق" کی تکفیر اور ان کی بدگوئی میں صرف کی اور اس سلسلہ میں آپ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ آپ کی بڑی کتاب "حسام الحرمین" ہے۔ اسکا مختصر تعارف یہ ہے کہ بڑے حضرت نے علمائے حق کی کتابوں سے مختلف عبارتیں لیکر ان کو ایک خاص ترکیب و ترتیب سے درست فرمایا۔ پھر ان کو عربی میں ترجمہ کر کے ایک سوالنامہ (استفتاء) تیار کیا اور اس کو لیکر حرمین شریف کا سفر کیا اور وہاں کے علمائے کرام سے ان عبارتوں پر فتوے طلب کیا۔

چنانچہ علمائے حرمین نے آپ کے سوالوں کے مطابق انکے جوابات دیدیئے جن کو لیکر اعلحضرت ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور بڑی "دھوم دھام" سے انکی اشاعت فرما دی اور مارے خوشی کے علمائے حرمین کی جوابی عبارتوں کو پوری طرح پڑھا اور سمجھا بھی نہیں حالانکہ ان کے جوابات میں جس طرح ان خود ساختہ عبارتوں پر کفر کے فتوے تھے اسی طرح خود بڑے حضرت کی کارستانی پر بے اطمینانی اور بے اعتمادی کا بھی اظہار کیا گیا تھا۔

چنانچہ حسام الحرمین میں علمائے حرمین کی جو تقریظیں اور تائیدیں درج ہیں ان میں سے تیسری تقریظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر واقعتہً اُن لوگوں کا یہی حال ہے جو تم نے (اے بڑے حضرت) ذکر کیا ہے تو وہ لوگ کافر ہیں اسلام

kalahazrat@gmail.com

سے خارج ہیں" (ص ۳۲) اسی طرح ایک تقریظ میں یہ الفاظ ہیں کہ "اگر وہ باتیں تحقیقی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں جو ان حضرات (مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف منسوب ہیں تو ان پر کفر کا حکم لگایا جائیگا (یعنی ورنہ نہ لگایا جائیگا) دیکھئے حسام الحرمین ص ۱۵ اور اس قسم کی بے اعتمادی و بے اطمینانی صرف ان ہی دو تحریروں میں نہیں بلکہ ص ۱۲ و ص ۲۱ و ص ۳۲ پر بھی اس شک و شبہ کا اظہار موجود ہے حالانکہ اعلیحضرت بنفس نفیس خود فتویٰ لینے کے لیے تشریف لے گئے تھے (جن کو بقول مصنف "خون کے آنسو" علمائے عرب و عجم، علامۂ کامل، استاد ماہر، یگانۂ وقت، زبان کا دھنی، ولی کامل اور عارف باللہ وغیرہ کے خطابات سے یاد کرتے تھے۔ "خون کے آنسو ص ۲۸")

جس کا تقاضہ تو یہی تھا کہ علمائے حرمین ان "اُستاذ ماہر" کی "استادی" اور "مہارت" میں شک و شبہ نہ کرتے اور آنکھ بند کر کے "کفر" کا فتوے دیدیتے مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا آخر تو حضور سراپا نور کا ارشاد نورانی ہے کہ "مومن کی فراستِ ایمانی" سے اپنے آپکو بچاؤ۔ (اس کے بظاہر سیدھے سادے ہونے سے دھوکہ میں نہ پڑو) کیونکہ وہ مومن اللہ تعالےٰ کے نور سے (اصل حقیقت کو) دیکھ لیتا ہے"۔

چنانچہ علمائے حرمین بھی "استاذ کامل" کی "کامل اُستادی" تاڑ گئے اور اپنی تحریروں میں ان عبارتوں کے خلاف فتوے صادر فرماتے ہوئے "بڑے حضرت" کے "بڑے استاذ" ہونے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔

اب یہ کرشمۂ قدرت تھا کہ اعلیحضرت اپنی بظاہر کامیابی کی خوشی میں مگن ہو کر ایسے کھوئے گئے کہ ان جوابات کے اس "خطرناک" پہلو کو نہ پا سکے اور اس طرف ان کا ذہن نہ گیا ورنہ جو حضرت "کتر بیونت" اور "اُلٹ پھیر" کی ایسی شاندار تجدیدی صلاحیتیں رکھتے ہوں ان کے لیے یہ کوئی مشکل کام بھی نہ تھا کہ وہ اُن تقریظوں کے ساتھ بھی وہی حرکت اور کارسازی کرتے تھے جو دوسرے اہل حق کی عبارتوں کے ساتھ کر چکے تھے مگر ؎

کیا بات کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

بہت ممکن ہے بعض حضرات اس کو ہماری معنی آفرینی پر محمول کرتے ہوئے ہم سے اس کا ثبوت چاہیں تو ایسے حضرات کو مطمئن کرنے کے لیے ہم آج از سر نو وہ بھولی بسری حقیقت سامنے لانا چاہتے ہیں جو اب سے مدتوں پہلے "المہند" کے روپ میں سامنے آچکی تھی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی حرمین سے بظاہر لیکن درحقیقت ناکام واپسی کے بعد بعض علمائے حرمین نے دیوبند کے بعض علمائے حق سے یہ دریافت کیا کہ "ایک ہندی آدمی نے" (ذرا علمائے حرمین کی نظر میں بڑے حضرت کا یہ بڑا مرتبہ دیکھئے کہ ان حضرات نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک ولی کامل، صدی کے مجدد، عارف باللہ یا قطب وقت نے بلکہ نہایت ہی معمولی انداز میں یہ فرمایا کہ ایک ہندی آدمی نے) آپ لوگوں کی نسبت بہت بڑے بڑے عقیدے منسوب کئے ہیں ہم اُردو زبان

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

سے ناواقف ہونے کی وجہ سے پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ لہٰذا العینہ ان عبارتوں کا مطلب عربی میں ظاہر کریں"۔

علمائے حرمین کی اس فرمائش پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ان عبارتوں کو عربی میں لکھ کر علمائے دیوبند و دیگر علماء کے دستخطوں اور مہروں کے ساتھ علمائے حرمین و علمائے مصر و شام کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھ کر ان سب علماء نے بالاتفاق یہ تحریر فرمایا کہ بے شک یہی عقیدے (جو تمہارے علمائے دیوبند کے ہیں) ہمارے اور ہمارے مشائخ اہلسنت کے ہیں خود بدعتی ہی اس کے خلاف ہیں"۔

علمائے حرمین وغیرہ کا یہ شاندار و یادگار فتوے اسی زمانے میں (المهند علی المفند) کے نام سے شائع کر دیا گیا تھا جس میں علمائے عرب و حجاز مکہ و مدینہ مصر و شام وغیرہ کی ۶۹ مہریں ثبت ہیں (یہ رسالہ اہل بدعت کو برابر کھٹکتا رہا اور وہ بڑی ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کرتے رہے اور اب تک کسی کو تاب جواب نہ ہو سکی۔ جناب مشتاق نے بھی "خون کے آنسو" میں اس کا رونا رویا ہے اور اس سخت و تیز رسالہ کو ناپسند فرماتے ہوئے ص ۹۲ پر "المخنث" کی طلب ظاہر فرمائی ہے ہم ان کے اس ذوقِ خاص پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے اس لیے صرف یہی معذرت کریں گے کہ

؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

علمائے عرب و حجاز مکہ و مدینہ و مصر و شام کی ان تصدیقات کے

علاوہ مفتی آستانہ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) علامہ مولانا سید احمد صاحب برزنجی نے تو اعلیٰحضرت کی تردید میں دو مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ایک "تشقیق الکلام" اور دوسرا "غایۃ المامول" ان ہر دو رسالوں میں بھی دیگر علمائے مدینہ کی تقریظیں ہیں۔ سب حضرات نے اعلیٰحضرت کو خوب خوب طرح سے یاد کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی اور ہوتا تو گوشۂ گمنامی اختیار کر لیتا مگر آپ صرف اس بات پر خوش ہیں کہ ؎

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

یہاں تک تو اعلیٰحضرت کا اور ان کی بڑی کتاب "حسام الحرمین" کا مختصر تعارف تھا۔ اب اسی سلسلہ میں ایک دوسری عجیب و غریب کتاب کا بھی کچھ تعارف ہو جائے۔ یہ کتاب کیا ہے "کفر کی مشین گن ہے" اس مشین گن کا ذکر تو آئندہ سطور میں کریں گے اس سے پہلے ایک شبہ کا ازالہ اور ایک بات کی صفائی نہایت ضروری ہے۔

شبہ کا ازالہ اور بات کی صفائی

اس موقع پر بہت سے لوگوں نے ہم سے اپنے ایک شبہ کا ذکر کیا کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ اگر (تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، صراط مستقیم، تحذیر الناس براہین قاطعہ وغیرہ کی) ان عبارتوں کا وہ مطلب نہیں ہے جو "فاضل بریلی" فرماتے ہیں اور ان کا مطلب وہی ہے جو اس کتاب میں یا علماء دیوبند کی دوسری کتابوں میں بیان کیا گیا ہے تو پھر "فاضل بریلی" کو یہ کیا ہو گیا تھا کہ انھوں نے

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

بلاوجہ ایسے اکابر علماء کی تکفیری مہم چلادی؟

ہمارے نزدیک اس شبہ کی ویسے تو زیادہ اہمیت نہیں ہے کیونکہ ہم "حق اور معیار حق" کے ذریعہ کسی شخصیت کی بزرگی و برتری تسلیم کرتے ہیں. کسی شخصیت کو پہلے تسلیم کر کے اس کے ذریعہ "حق اور معیار حق" کی تعیین نہیں کرتے "فاضل بریلی" کیسے ہی فاضل ہوں لیکن جب ہمارے نزدیک ان کی دیانت داری، امانتداری مجروح ہوگئی ان کے فتووں کی تضاد بیانی آشکارا ہوگئی تو پھر ہمیں انکی خالی خولی فضیلت علم مرعوب نہیں کر سکتی ہاں جن حضرات کو ان بڑے حضرت کے ساتھ کسی وجہ سے حسن ظن قائم ہوگیا ہو انہیں ان کا حسن ظن مبارک ہو ہم انہیں اُن کی جانب سے بدگمان بھی نہیں کرتے مگر ہاں ہم ایسے حضرات سے ان کے ایمان و اسلام اور خدائے تعالےٰ کی وحدانیت و عظمت اور حضور سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعت و محبوبیت کا واسطہ دے کر یہ ضرور عرض کریں گے کہ آپ کے سامنے دو صورتیں ہیں ان میں سے آپ کون سی صورت اختیار کرنا مناسب سمجھیں گے۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ آپ ان بڑے حضرت کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور پھر اس کے نتیجہ میں لاکھوں، کروڑوں اگلے پچھلے مسلمانوں کو بالکل کافر و مرتد قرار دے دیں اور وہ بھی اس درجہ کا کہ جو ان کو کافر نہ کہے یا کافر کہنے میں شک اور تردد کرے وہ بھی کافر (حسام الحرمین (جو اعلیٰحضرت کی معاملہ سازی اور کافر سازی کا واحد شاہکار ہے) میں بڑے حضرت کا جرنیلی فتویٰ یہی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ لاکھوں کروڑوں مسلمان اور صدہا اکابر علماء و مشائخ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اُن کی عبارتوں کا وہی مطلب مان لیں جو وہ لوگ خود بتاتے ہیں اس صورت میں ہم آپ سے یہ مطالبہ بھی نہیں کرتے کہ آپ جوابی طور پر "فاضل بریلی" اور ان کے "فضولی متبعین" کو "کافر" ہی کہہ دیں ہمیں ان کے کفر سے ہرگز کوئی خوشی نہ ہوگی ہم تو انہیں مسلمان ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ لوگ اپنے ان جرنیلی فتووں کی زد میں خود ہی آجاتے ہیں ہمیں کوئی فتوے دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مثال کے طور پر اعلیٰحضرت کی دو تحریریں ملاحظہ ہوں۔ فتاویٰ رضویہ ص۲۳۵ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

" وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکاں، زماں، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے" (اور چند سطروں بعد) " ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہوجانا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پائخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں (اور آگے) اس کے ماں باپ، جورو بیٹا سب ممکن ہے بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے، ربڑ کی طرح پھیلتا، سمٹتا ہے۔ بہروپیا کی طرح جو لکھا ہے (کچھ اور آگے) جس نے اپنا سب سے بڑھکر مقرب ایسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں"

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

وغیرہ وغیرہ۔ اور بھی بہت سے ایسے ہی عقیدے وہابیہ کے بیان کئے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ص۴۲ ج ۱)

فاضل بریلی نے اس موقع پر مولانا اسمٰعیل صاحب کا نام لے کر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ سب عقیدے انہی کے ہیں بلکہ حاشیہ پر ان کی متعدد کتابوں کے ناموں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

اب بڑے حضرت کے جرنیلی فتوے کو نقل کرنے سے پہلے ہم ان کی کچھ اور تحریریں بھی نقل کرنا چاہتے ہیں مگر اس سے پہلے ہم اپنے ناظرین کو خدا و رسول کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں کہ آپ حضرات اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ مندرجہ بالا تحریر کو پڑھتے ہوئے آپ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ نہیں اور کیا آپ کے حاشیۂ خیال میں بھی اس کی کوئی گنجائش ہوگی کہ خدا تعالےٰ کے متعلق ایسے عقیدے رکھنے والا بھی مسلمان ہو سکتا ہے اور ایسے شخص کو کوئی مسلمان بھی مسلمان کہہ سکتا ہے۔

اب آپ کو خواہ کتنا ہی تعجب ہو ہم یہ تلخ حقیقت آپ کے سامنے رکھنے پر مجبور ہیں کہ ان بڑے حضرت کے نزدیک مندرجہ بالا عقیدوں والے مولانا اسمٰعیل صاحب مسلمان ہیں بلکہ آپ کے نزدیک قابل اعتماد اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ انہیں مسلمان کہا جائے ملاحظہ ہوں بڑے حضرت کی یہ تحریریں :-

(۱) حاش للّٰہ حاش للّٰہ ہزار بار حاش للّٰہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا (تمہید ایمان ص۴۲)

(۲) ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف بھی احتمال ملیگا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے (تمہید ایمان ص۴۲)

(۳) علماء محتاطین انہیں (اسمٰعیل دہلوی کو) کافر نہ کہیں یہی صواب (درست) ہے یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت ہے

(تمہید ایمان ص۴۲)

(۴) ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک کہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے۔

(تمہید ایمان ص۴۳)

اب یہ بڑے حضرت کی شپرہ چشمی ہی تو ہے کہ انہیں ان عقائد میں جو انہوں نے فتاویٰ رضویہ میں نقل کئے ہیں آفتاب سے زیادہ روشن وجہ کفر نظر نہیں آئی جس کی وجہ سے کفر کا فتوے نہیں دیا۔ اور دوسرے اکابر دیوبند کی عبارتوں سے خدا جانے کس طرح انہیں کفری معنی نظر آگئے کہ بغیر تکفیر کوئی صورت ہی نظر نہ آئی چنانچہ فرماتے ہیں :

"جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العلمین و سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ "جو ایسے کہ معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے" (تمہید ایمان ص۴۵)

ممکن ہے بڑے حضرت نے مولانا اسمٰعیل صاحب کی کتابیں آفتاب کی

kalahazrat@gmail.com

تیز روشنی میں دیکھی ہوں تو معنی کفر نظر نہ آئے ہوں اور دیگر علماء دیوبند کی کتابیں رات کو اندھیرے میں دیکھی ہوں تو معنی کفر نظر نہ آئے ہوں اور سوجھ گئی ہو ورنہ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں جس فرقہ وہابیہ کے عقائد نقل کئے ہیں اس کی تکفیر میں بڑے حضرت کو شبہ کیوں رہا اور یہ جرنیلی فتویٰ انہیں اس وقت کیوں یاد نہیں آیا کہ "جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے" حالانکہ یہ جرنیلی فتوے نے ایسا خطرناک ہے کہ اس کی زد سے خود بڑے حضرت بلکہ ان کے نیچے کے سارے چھوٹے حضرات کا بھی ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے کیونکہ بڑے حضرت ایک جگہ یہ فرما چکے ہیں کہ میں ان کی تکفیر نہیں کرتا علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بڑے حضرت پر ایک دور یقیناً ایسا گزرا ہے جب انہیں ان حضرات کے کفر میں شک تھا جس کی بنا، پر وہ خود ہی اپنے اس جرنیلی فتوے کی زد سے کافر ہوئے جاتے ہیں لہٰذا اب یہ ثابت کرنا ان کے چھوٹوں کے ذمہ ہے کہ اس دور شک کے بعد انھوں نے اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کب کی اس کے گواہ کون کون صاحبان ہیں اور وہ بھی مسلمان ہیں یا نہیں؛ اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو ہم بڑے حضرت اور ان کے متعلقین و متبعین کے حق میں کیا خیال کریں؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

کفر کی مشین گن

اس کتاب کا نام "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ" ہے یہ ۱۳۶۱ھ میں اب سے تقریباً پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی جس پر

بحیثیت مصنف نام تو مولوی محمد طیب دانا پوری کا ہے لیکن کتاب میں جس "بے نقط" انداز پر عام مسلمانوں کو کافر گردانا گیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے کتاب کا ایک ایک حرف بلکہ شاید ہر ہر نقطہ صدائے "انخ انا الحشمت" (میں حشمت ہی ہوں) بلند کر رہا ہے جس سے اندازہ تو یہی ہوتا ہے کہ بڑے حضرت کے صحیح جانشین اور خلف صدق جناب حشمت علی صاحب کسی مصلحت سے پس پردہ ہو گئے ہیں ورنہ یہ تصنیف انہی کی ہے اور اگر بالفرض یہ ان کی تصنیف نہ بھی ہو تو اس پر ان کی تصدیق ہی کیا کم ہے۔ اس مختصر تمہید و تعارف کے بعد اس کے چند ضروری اور اہم اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

(الف) جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر (سرسید) نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے (ص۳)

سرسید کے بہت سے افکار و خیالات اور عقائد سے علمائے حق نے اختلاف کیا مگر اس طرح نہیں کہ اُن کے ساتھ ساتھ ان کے سارے کام کرنے والے ساتھیوں کو بھی نیچری، دہری اور زندیق بنا دیا ہو آگے اسی جگہ ان نیچریوں، دہریوں اور زندیقوں کی فہرست یہ پیش کی گئی ہے۔

(ب) جن کے نام یہ ہیں: نواب محسن الملک مہدی علیخاں، نواب اعظم یار جنگ، مولوی چراغ علی، نواب انتصار جنگ، مولوی مشتاق حسین، مولوی الطاف حسین حالی شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، مولوی مہدی حسن، سید محمود خاں شبلی نعمانی اعظم گڑھی اور

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی ۔ (صـ٨ــ)

اس کے بعد صـ٩ـ پر سیاسی و مذہبی جماعتوں کو سر سید اور اُن کے ساتھیوں کا پیرو گردانا ہے جس کی فہرست یہ ہے :-

(ج) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلماء، خدام کعبہ، خلافت کمیٹی، جمعیۃ العلماء ہند، خدام الحرمین، اتحاد ملت، مجلس احرار، مسلم لیگ، اتحادی کانفرنس، مسلم آزاد کانفرنس، نوجوان کانفرنس، نمازی فوج، جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ، سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور، امارت شرعیہ بہار شریف، آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے انہیں کفر نیا چرہ (نیچریوں کافروں) نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے کیلئے وقتاً فوقتاً گھڑی ہیں (صـ٩ـ)

اسی کے بعد صـ٩١ـ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو :-

ان بے ایمانوں نے عوام مسلمین کو پھانسنے کے لیے اصلاح قوم کے نام سے قومی عصبیت کا آڑ بنا کر کپڑے بننے والوں کی مومن کانفرنس، جمعیۃ المومنین، جمعیۃ الانصار، روئی دھنکنے والوں کی مومن کانفرنس، کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ، قصابوں کی جمعیۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین، پٹھانوں کی افغان کانفرنس، میمنوں کی میمن کانفرنس، مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس عباسیوں کی جمعیۃ آل عباسیہ، کمبوہوں کی آل انڈیا کمبوہ کانفرنس، پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گھڑیں یا اپنے دام افتادوں سے گھڑوائیں ۔ (صـ٩١ـ)

غرض کہ اس طرح "بے نقط" عام مسلمانوں کو اس کتاب میں کافر اور

گمراہ وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور صـ٥٩ـ پر یوں مشورہ دیا گیا ہے :-

(لا) "سنی مسلمانوں پر فرض شرعی، دینی، مذہبی، قرآنی، ایمانی قطعی یقینی ہے کہ اس قسم کے تمام مرتدوں اور بے دینوں سے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا بیٹے ہوں یا ان کے کنبے قبیلے والے ہوں خدا و رسول جل جلالہ و صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا کے لیے قطعاً علیحدہ و بے زار رہیں۔ ان کو اپنی برادری سے خارج کر دیں۔ جو شخص اس کو جھگڑا فساد اور پھر نا اتفاقی بتائے وہ بحکم قرآن عظیم انہیں بے ایمانوں کے حکم میں ہے۔ انہیں کی طرح کافر ہے۔"

یہ ہیں عجیب و غریب کتاب کے چند اقتباسات جو صاحب مزید تفصیل کا شوق رکھتے ہوں وہ اصل کتاب "بجانب اہل السنۃ" کا مطالعہ فرمائیں یا "تکفیری" افسانے" ملاحظہ فرمائیں جس میں ان حضرات کی "مفتیانہ قلابازی" اور بازی گری بلکہ "مذہب فروشی" کے سارے تماشے دکھائے گئے ہیں اور ان کی "کافر سازی" کی داستان کافی تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔

علمائے فرنگی محل اپنی غیر جانبداری میں ہمیشہ ممتاز و مشہور رہے مگر فاضل بریلی حضرات اعلیٰحضرت سے ان کی غیر جانبداری بھی برداشت نہ ہوئی اور آپ نے ایک سو ایک وجہوں سے انکو کافر قرار دیا بلکہ ان کیخلاف ایک مستقل رسالہ "الطاری الداری بہفوات عبد الباری" تصنیف فرما دیا،

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

پھر جب اس سے کام نہ نکلا تو اپنے "خانی فتوی" میں اور "زور خانیت" دکھلاتے ہوئے اس فتوے میں باون وجہوں کا اضافہ فرما کر ۱۵۲ وجہوں سے ان کو بالکل ہی کافر بلکہ ڈبل کافر گردان دیا ؎

تم ہوئے ہم ہوئے کہ میر ہوئے
اسکے فتوؤں کے سب اسیر ہوئے

ظفر علی خاں مرحوم ایڈیٹر "زمیندار" مشہور صحافی اور شاعر و مقرر تھے انہوں نے اعلیٰحضرت کے ان قیمتی فتوؤں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ فرما کر ایک قطعہ ارشاد فرمایا تھا جو تفریح طبع کے لیے ناظرین کی خدمت میں پیش ہے ملاحظہ ہو ؎

بریلی کے فتویٰ کا سستا ہے بھاؤ
جو بکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین
خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی
وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ

آیت کا ترجمہ: (میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ بے شک میرا داؤں بہت پکا ہے۔)

ہم نے اپنے اس رسالہ میں کہیں کہیں "اہل بدعت" کو "روافض کا چھوٹا بھائی لکھ دیا ہے۔ شاید بعض حضرات اس کو ہماری زیادتی پر محمول کریں ان کے اطمینان کے لیے ہم ان چھوٹے بھائیوں کی "تبرا بازی" اور حضرات صحابہ کی شان میں بدگوئی و گستاخی کی بھی ایک مثال پیش کرتے ہیں

ملاحظہ ہو ملفوظات اعلیٰحضرت حصہ دوم ص۲۵، ۲۶ جس میں اعلیٰحضرت نے ایک صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (یعنی حضرت عبدالرحمٰن قاری رضی اللہ عنہ) کو کافر خوک (سور) اور "شیطان" جیسے سخت الفاظ کہے ہیں (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ ایسی گستاخی تو شاید ان کے بڑے بھائیوں نے بھی نہ کی ہوگی۔

دیکھئے تقریب التہذیب ص۲۲۳ جہاں محدث شہیر حافظ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانی حضرت عبدالرحمٰن قاری (ساکن بنو قارہ) کو صحابی بتا رہے ہیں۔ اس موقع پر یہ جواب دینا کہ بڑے حضرت نے عبدالرحمٰن فزاری کو کافر خوک وغیرہ لکھا ہے مدعی سست اور گواہ چست کی بہترین مثال ہوگی کیونکہ بڑے حضرت نے اپنے تبرا کو پکا کرنے کیلئے یہ بات صاف کردی ہے کہ وہ قرأت والے قاری نہیں ہیں بلکہ بنو قارہ کی نسبت سے قاری ہیں۔ اب صفائی پیش کیجئے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اب ناظرین کرام خود ہی غور فرما کر فیصلہ فرمائیں کہ جس "قلم کافر رقم" سے تمام مسلمانوں کو "کافر" لکھا جاسکتا ہو اور صحابہ کرام تک کے لیے کفر کے فتوے صادر ہو سکتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی بلکہ فحاشی کی جاسکتی ہو (ملاحظہ ہو حدائق بخشش ص۳۱ ج ۳) تو ایسے قلم سے "علمائے دیوبند" کی تکفیر کیا بعید ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان حضرات کے یہاں "بے ادبی" ہی کا سبق پڑھایا جاتا ہو اور اپنی گستاخی و بیباکی کا ذکر مزہ لے لیکر

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

کیا جاتا ہو یقین نہ ہو تو "پاسبان مشتاق" کی زبانی سُنیئے :-

"مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کی درس گاہ کا پُرکیف منظر نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اُستاد محترم مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ اور ان کے اُستاد محترم مجاہد ملت کے درمیان جب کسی اُلجھے ہوئے مسئلہ پر گفتگو ہوتی تو بسا اوقات دونوں طرف سے آستین اُٹھ جاتیں" (پاسبان مجدد نمبر ص۴۲)

"پاسبان نے آگے کا حال نہ لکھا کہ اس کے بعد کیا صورت پیش آتی تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ "جدال سعدی با مدعی" کی طرح ؎

دم زدن ہیں ہونے لگتے دونوں پھر زیر و زبر

اور یہ سُن کر آپ کو اور بھی تعجب ہوگا کہ ایسا خود "استاد محترم" کی مجاہدانہ نصیحت کی بناء پر ہوتا تھا اس کے ثبوت کے لیے خون کے آنسو ص۱۱۶ کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو :-

"میرے استاد محترم مجاہد ملت بسا اوقات فرماتے ہیں کہ جو شاگرد اُستاد سے چوں و چرا نہ کرے اور جو مُرید اپنے پیر سے چوں و چرا کرے دونوں ناقص ہیں"۔

ایسی "سنہری" نصیحت کو سُن کر کون نالائق شاگرد ایسا ہوگا جو کہ زیادہ سے زیادہ اس پر عمل کر کے کامل بننے کی کوشش نہ کریگا۔ یہی وجہ ہے کہ "درسگاہ" میں شاگرد و اُستاد دونوں ہی کی طرف سے آستین اُٹھ جاتی تھیں ؎

اگر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

ترجمہ :
ہوں اگر ایسے مکتب و مُلّا
آپ لڑکوں کا کام سمجھیں تمام

یہ زیر نظر کتاب ادھوری رہ جائے گی اگر اس میں اعلیٰحضرت کے ایک لائق و فائق فرزند معنوی جناب مُشتاق نظامی اور ان کی "لال کتاب خُون کے آنسو" کا تعارف و تبصرہ شامل نہ کیا گیا۔

اس کتاب کو دیکھ کر جناب مشتاق کی مشاقی و پُرکاری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور ان کی فاضلانہ کاوشوں کی داد نہ دینا بھی بے داد کا مترادف قرار پاتا ہے اس لیے ہم اپنے مبلغ علم کے مطابق اپنا خراج مصنف کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں ورنہ اس کی قرار واقعی تحسین تو شاید اعلیٰحضرت ہی کی بارگاہِ علیا سے وصول ہو سکے بلکہ مجھ کو تو یہاں تک کہنے میں بھی کوئی تکلف نہیں کہ اگر "مدیر پاسبان" جناب مشتاق نے اپنے خلاف خود ہی فیصلہ نہ فرما دیا ہوتا تو یقیناً ان میں وہ صلاحیتیں تھیں کہ کم از کم شعبۂ تصنیف و تالیف کا اُن کو ضرور "مجدد" قرار دیدیا جاتا لیکن کیا کیا جائے کہ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہوئے "پاسبان مجدد نمبر" کے شذرات میں یہ لکھ مارا۔

مجددین کی آخری کڑی میں جس کو نامزد کیا جا سکتا ہے وہ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہے۔
(پاسبان مجدد نمبر ص۵۹)

kalahazrat@gmail.com

ظاہر ہے کہ جب جناب مشتاق اپنے اعلیٰحضرت کو سلسلۂ مجددین کی آخری کڑی یا بالفاظ دیگر "قرب قیامت" کی نشانی قرار دے رہے ہیں ایسی صورت میں اگر خود جناب مشتاق کو "مجدد" کہہ دیا جائے پھر قیامت ہی ہو جائے۔

اور کیوں نہ ہو جو شخص اپنے مریدوں سے اپنے لیے درود پڑھوائے اور "خواب کے راستے" سرور عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی امامت کرکے بڑے فخر کے ساتھ "الحمد للہ" کہے اس کے پیرو اگر اس کو "خاتم النبیین" صاف طور پر نہ کہہ سکیں تو کیا خاتم المجددین بھی نہ کہیں۔

الغرض "خون کے آنسو" ایسی رنگین و پُرکار کتاب ہے جس کا ترکی بہ ترکی جواب لکھنے کے لیے تو "مخصوص ماحول" اور مخصوص آب و ہوا میں نشو و نما پانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ناظرین سے ہم اس قسم کی "رنگینی اور پُرکاری" کے لیے معذرت ہی چاہیں گے۔ جس کے ذریعہ سے جناب مشتاق کی "لال کتاب" میں رنگ آیا ہے۔ ہاں سیدھے سادے طور پر اس کی گل کاریوں کے کچھ نمونے ضرور پیش کریں گے ملاحظہ ہو :-

فرماتے ہیں :

"میں نے اس امر کا اہتمام کیا ہے کہ "سُنی مکتبۂ فکر" کی کوئی کتاب حوالہ میں نہ پیش کی جائے اس لیے چار و ناچار مجھے "نئی راہ" اختیار کرنی پڑی۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ع

انہیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی

(خون کے آنسو ص۸)

اب اس کو جناب مشتاق کی مشاقی و پُرکاری کہیے یا اُن کی معصومیت و سادگی قرار دے دیجئے کہ بے چارے ایسے بھولے بھالے بن گئے جن کو اپنے مطلب کی بات اور دوسرے کے مطلب کی بات میں فرق بھی محسوس نہ ہوا کہ ساری کتاب میں اپنے ہی مطلب کی ہانکی ہے مگر لوگوں پر اپنا رنگ جمانے کے لیے چہکے تو یوں کہ ع

"انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات اُن کی"

یقین نہ ہو تو "لال کتاب" کا ص۴۴ نکال کر مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں :-

(۱) چنانچہ معتبر واقعہ یہی ہے کہ سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی جب مقام پنج تار پہنچے تو وہاں کے رئیس فتح خاں نامی نے شروع میں ان لوگوں کی خاطر تواضع کی یہ لوگ چند دنوں وہاں رہے لیکن ان دونوں نے وہاں کے لوگوں پر ظلم و ستم شروع کیا ان کو بدعقیدہ بدمذہب ٹھہرایا بات بڑھ گئی تو ان پٹھانوں نے ان کو وہیں ختم کر دیا یہ لوگ اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے پٹھانوں کے ہاتھ مارے گئے۔ (بغیر حوالہ)

"تاریخ نویسی" اور صحافتی ایمانداری اپنا سر پیٹ لیتی ہے جب یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ معتبر واقعہ بغیر کسی حوالہ کے حوالۂ قلم اور سپرد کتاب فرمایا گیا ہے۔

kalahazrat@gmail.com

ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ جناب مشتاق اپنی" لال کتاب" میں صـ۶۳ پر فرماتے ہیں :۔

(۲) یہی وہ علل و اسباب ہیں جنہوں نے مرزا غالب کو مسئلہ "امکان و نظیر" اور "امتناع نظیر" پر قلم اٹھانے کے لیے مجبور کیا (کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں) مرزا اسد اللہ خاں غالب سے علامہ (مولوی فضل حق صاحب) کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ علامہ کا رجحان طبع دیکھ کر اسی موضوع پر ایک مثنوی لکھ ڈالی جو کلیات غالب میں مثنویات کے سلسلے میں چھٹی مثنوی ہے۔ غالب نے ابتدائی پانچ شعروں میں اپنی قابلیت سے ایک حل نکالنے کی کوشش کی مگر پھر آخر میں حضرت علامہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا ہے۔ (صـ۶۴)

جناب مشتاق نے سطور بالا میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرزا غالب نے صرف علامہ کا رجحان طبع دیکھ کر ہی یہ مثنوی لکھ ڈالی اور دوسری یہ کہ انہوں نے علامہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

جناب مشتاق کی یہ تحریر کس درجہ حقیقت سے لگاؤ رکھتی ہے اس کے اندازہ کے لیے یادگار غالب سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے تو سنیئے خواجہ حالی" یادگار غالب" میں فرماتے ہیں کہ :۔

" چونکہ مولانا (فضل حق صاحب) کو وہابیوں سے سخت مخالفت تھی انہوں نے مرزا پر نہایت اصرار کے ساتھ یہ فرمائش کی کہ فارسی میں وہابیوں

کے خلاف ایک مثنوی لکھ دو۔

مرزا نے اول عذر کیا مگر انہوں نے نہ مانا۔ لاچار مرزا نے ایک مثنوی لکھ کر مولانا کو سنائی۔ مگر جو کچھ مرزا نے مسئلہ نظیر خاتم النبیین کے باب میں کس قدر مولانا کی رائے کے خلاف لکھا تھا۔ اس پر مولانا سخت ناراض ہوئے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا بکا ہے کہ متعدد عالموں میں متعدد خادم ہو سکتے ہیں ؟ پس اس مضمون کو مثنوی سے بالکل نکال ڈالو اور جس طرح میں کہتا ہوں اس طرح بیان کرو۔ مرزا کو نہ وہابیوں سے خصومت (دشمنی) تھی اور نہ اُن کے مخالفوں سے کچھ تعلق تھا بلکہ صرف دوست کی رضا جوئی مقصود تھی۔ انہوں نے مولانا کے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ مگر اس طرح کہ جو کچھ پہلے لکھ چکے تھے اس کو تو اسی طرح رہنے دیا۔ مگر اس کے آگے چند اشعار اور اضافہ کر کے کلام کو اسی طرح مربوط کر دیا۔

(آگے چند سطروں کے بعد) اُوپر کے بیان سے ناظرین کو معلوم ہوا ہو گا کہ مرزا کی طبیعت میں کس قدر سلامت روی تھی۔ بغیر اس کے کہ مرزا کو وہابیوں کی حمایت منظور ہو جو ٹھیک بات تھی وہ اُن کے قلم سے بے اختیار ٹپک پڑی۔ پھر اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ مولانا کے جبر سے لکھا ہے اس کو مرزا کے اصلی خیالات سے کچھ تعلق نہیں۔"

(یادگار غالب صـ۱۰۱ تا ۱۰۳، مختصراً)

kalahazrat@gmail.com

یادگارِ غالب کا اقتباس اختصار کے باوجود کچھ طویل ہو گیا۔ مگر کیا کیا جائے بغیر اس کے جناب مشتاق کی قلمی امانت داری کی حقیقت سمجھ میں نہ آسکتی تھی۔

اب ناظرین اچھی طرح غور فرمالیں کہ مرزا غالب کی شاگرد خاص خواجہ حالی تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ مثنوی مرزا غالب نے مولانا کے اصرار سے زبردستی لکھی از خود نہیں لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداءً ان کی مرضی کے کسی قدر خلاف لکھی۔ پھر دوبارہ ان کی ضد پر محض ان کی دل جوئی کے لیے اُسی میں چند اشعار کا اضافہ کر کے کسی طرح اس کو لیپ پوت کر دیا اور آخر میں جو کچھ لکھا ہے وہ مولانا کے جبر سے ہے۔ مرزا غالب کے اصلی سوالات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر جناب مشتاق یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ گویا اس وقت مولانا شہیدؒ کی مخالفت بہت عام تھی جس کی بنا پر مرزا غالب جیسے غیر جانبدار شخص کو بھی ایسے مسائل پر قلم اُٹھانے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔

شاید ایسے ہی ایماندارانہ حوالوں کی بنا پر جناب مشتاق اپنی کتاب کو عُلمائے دیوبند کی سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ کہتے ہیں اور جھوم جھوم کر یہ مصرعہ گاتے ہیں ؎

"انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُنکی"

اب ہم ناظرین کو "لال کتاب" کا ایک اور مقام دکھانا چاہتے ہیں جہاں جناب مشتاق نے اپنی ترنگ میں آکر اپنی فاضلیت کا اظہار فرمایا

چاہا ہے ملاحظہ ہو خون کے آنسو (ص ۳۰۸)

(۳) ایک بار مولوی یونس صاحب خالدی نے مجھ سے دریافت کیا کہ بحیثیت مسلم گفتگو کریں گے یا بحیثیت غیر مسلم؟ چنانچہ اُن کے اس ایک جملہ پر میں نے حسب ذیل چند سوالات کئے :-

(۱) اسلام اور ایمان کا فرق۔

(۲) ایمان کے بسیط و مرکب ہونے میں محدثین کے اختلافات کی وضاحت اور قولِ راجح کی تعیین۔

(۳) نحوی اصول سے غیر کے وجوہ اعراب۔

(۴) منطقی بنیاد پر حیثیت کے جملہ اقسام مع امثلہ۔

(۵) الف۔ اسلام و ایمان دو مفہوم کلی ہیں یا جزی؟ اگر جزئی ہیں

ب۔ تو نسبت اربعہ (تساوی، تباین، عام خاص مطلق عام خاص من وجہ) میں کونسی نسبت ہے؟

اور اگر دو مفہوم جزئی ہیں۔

ج۔ تو جزئی حقیقی ہیں یا اضافی۔

د۔ اور جزئی حقیقی و اضافی کا مقسم کیا ہے؟

غرضیکہ اس جملہ کے ہر ہر ٹکڑے پر میں نے سوالات قائم کئے اور آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ جواب دے کر دو سو روپے کا نقد انعام لیجئے۔

یہ ہیں وہ سوالات ہشت گانہ جو فاضل یگانہ نے مولوی یونس خالدی کے ایک غیر متوقع سوال کی گھبراہٹ میں بغیر کچھ سوچے سمجھے بے ساختہ کر ڈالے۔

kalahazrat@gmail.com

حالانکہ مولوی یونس خالدی کے سوال سے گھبراہٹ کی کوئی وجہ بظاہر نہ تھی۔ اس کا جواب آسان تھا کہ ان کی دریافت کی دو شکلوں میں سے کسی ایک شکل کی تعیین کر دیتے یا اگر کچھ تفریح ہی منظور تھی تو یہ دریافت کر لیتے کہ سائل و مجیب ہر دو میں سے کس کی بات مسلم یا غیر مسلم ہونے کی تعیین درکار ہے؛ لیکن ایسا اسی وقت ہو سکتا تھا جب ان کو کسی نتیجہ تک پہنچنا مقصود بھی ہوتا۔ مگر وہاں تو بات کو اُلجھانا ہی مقصود تھا اس لیے آپ نے اپنی فاضلیت کی نمائش اسی میں سمجھی کہ سیدھے سادے سوال کا جواب دینے کے بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے اُلٹے سیدھے سوالات کر ڈالیں اور کسی طرح ان کی جان بچے۔

چنانچہ اب ہم ان کے مرعوب کن سوالات کا ایک سرسری جائزہ لے کر صرف ان کی حقیقت ظاہر کئے دیتے ہیں تو سنئیے!

(۱) خالدی صاحب نے اپنے جملہ میں صرف "مسلم" کا لفظ کہا تھا اس لیے فاضل مشتاق کو زیادہ سے زیادہ اسلام کے معنی دریافت کرنے کا حق تھا لہٰذا اسلام کے ساتھ ایمان کی بحث چھیڑ دینا صاف طور پر غلط مبحث ہے۔

(۲) جب اصولاً یہاں سرے سے ایمان کا اضافہ غلط ہے تو اس کے بسیط و مرکب کی بحث نکالنا اگر جہل مرکب نہیں ہے تو جہل بسیط ہے جس کو یہاں غلطی پر غلطی اور دھاندلی پر دھاندلی کہنا چاہیئے۔

(۳) یہ مناظرہ تو غالباً اردو ہی میں ہوگا۔ ایسی صورت میں غیر مسلم

کے لفظ غیر کے وجوہ اعراب کی بحث بالکل بے تکی ہے اور اگر اردو مناظرہ میں بھی غیر مسلم کا لفظ بولنے پر "غیر" کے وجوہ اعراب کا سوال ہو سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ دوسرا بھی اس قسم کا حق رکھتا ہے کہ آپ سے دریافت کرے ذرا اپنے "اعلیٰحضرت" کے نام نامی کے متعلق نحوی اصول کے مطابق ارشاد ہو کہ یہ نام نامی :-

(الف) مفرد ہے یا مرکب؟ اور مفرد ہونے کی صورت میں :-

(ب) مہمل ہے یا موضوع؟ پھر مرکب ہونے کی شکل میں :-

(ج) مرکب تام ہے یا ناقص؟ اگر تام ہے تو :-

(د) جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ :-

(ھ) خبریہ ہے تو کونسی قسم ہے :-

(و) انشائیہ ہے تو کونسی قسم ہے؟ اگر مرکب ناقص ہے تو :-

(ز) اضافی ہے یا :-

(ح) توصیفی؟ یا :-

(ط) مرکب بنائی؟ یا :-

(ی) مرکب منع صرف؟ نیز یہ کہ "احمد" اسم تفضیل ہے یا مضارع واحد متکلم؟ اور بہر صورت اس کا اعراب کیا ہے۔

(۴) پانچویں سوال میں پھر علامہ نے اسلام کے ساتھ ایمان کا اضافہ کیا ہے جو غلط مبحث ہے۔

(۵) نمبر ۵ کے (ب) میں علامہ نے "نسبت اربعہ" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

جس کا غلط ہونا ایک نحو میر پڑھنے والا بھی بتا سکتا ہے۔ صحیح نسب اربعہ (صیغہ جمع کے ساتھ) ہے "نسبت" (واحد) اور اربعہ (جمع) کی ترکیب توصیفی غلط ہے۔

(۶) نسبت اربعہ (نسب اربعہ) کی تفصیل میں دو نسبتوں کے نام علامہ نے "عام وخاص مطلق" اور "عام وخاص من وجہ" ذکر فرمائے ہیں مگر یہ دونوں نام غلط ہیں کیونکہ "نسبت" پر عام وخاص (صیغۂ صفت) کا حمل صحیح نہیں ہے۔ قاعدہ سے عموم وخصوص مطلق" اور "عموم وخصوص من وجہ" کہنا چاہیے جیسا کہ کتب منطق میں آتا ہے۔

اگر علامہ کو گرانی نہ ہو تو ہم ان سے اس غلط تعبیر اور ناجائز حمل کا ثبوت کسی منطق کی کتاب سے دریافت کرلیں؟ ہم کو تو جہاں تک علم ہے علامہ نے جو تعبیر اختیار کی ہے اس کا حمل ناجائز ہی ہے۔

یہ ہیں علامہ کے آٹھ مرعوب کن سوالات میں صرف نصف درجن (۶عدد) فاش غلطیاں اور اگر علامہ کی طرح ان سے بھی ان کے سوالات پر سوالات کئے جائیں تو ان کی گنجائش ابھی باقی ہے۔

"خون کے آنسو" کی رنگینی و پُرکاری کا اندازہ مندرجہ بالا سطور سے بہت کچھ ہو گیا ہوگا اب ہم اس کا ایک اور اقتباس زیر بحث لا کر اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں:-

(۴) "سید صاحب" کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سید صاحب نے مولانا اسمٰعیل کے مشورے سے شیخ غلام رئیس الہ آباد کی معرفت

لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی بنگال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لفٹنٹ گورنر صاحب نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار نہیں۔"

(خون کے آنسو)

جناب مشتاق نے حیات طیبہ ص۳۰۲ سے مندرجہ بالا اقتباس نقل کر کے یہ تبصرہ فرمایا ہے کہ:-

اس مقام پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اسماعیلی جہاد قرآن وحدیث کی روشنی یا اسلامی تقاضے کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ انگریز بہادر کے ایماء و اشارہ اور ان کی اجازت پر موقوف تھا۔

(خون کے آنسو ص۳۳)

"مدعی سست اور گواہ چست" کی مثالیں اگر آپ کو دیکھنا ہوں تو "خون کے آنسو" کا پہلا باب "علمائے دیوبند کی انگریز دوستی" پڑھ ڈالئے۔ اللہ چاہے گا تو اس باب میں اس کی جتنی مثالیں آپ چاہیں گے آپ کو مل جائیں گی اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اسی مقصد سے وہ مثالیں جمع فرما دی ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بحث تو چھیڑی ہے تاریخی مگر اس میں آپ کا "مبلغ علم" "تواریخ عجیبہ" "حیات طیبہ" اور "تذکرۃ الرشید وغیرہ کے بعض حوالوں سے آگے نہیں بڑھا ہے پھر ان کتابوں میں بھی آپ نے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

وہی عبارت قابلِ نقل سمجھی جس میں آپ کو اپنا مطلب نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید ص۳ اور ص۵ کے حوالے سے جو عبارتیں آپ نے ص۱۰ اور ص۱۱ پر نقل کی ہیں ان کے بارے میں ہم صاف صاف چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ وہ عبارتیں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی ہیں تو ہم اُن کو جو انعام وہ چاہیں گے دے دیں گے۔

اسی طور پر جناب مشتاق کا یہ اقتباس (جو حیات طیبہ ص۲۰ سے نقل ہوا) ان کی یک نظری پالیسی کا آئینہ دار ہے کہ انہوں نے اپنی مطلب براری کے لیے یہ ٹکڑا تو اپنی "لال کتاب" میں داخل کر لیا مگر سیرت "سید احمد شہید" کے یہ اقتباسات وہ داخل نہ کر سکے (حالانکہ یہ کتاب بھی غالباً ان کے پیشِ نظر تھی) ملاحظہ ہوں سیرت احمد شہید کے وہ اقتباسات :-

(۱) کیپٹن کننگھم "تاریخ سکھ" میں لکھتا ہے :-

"سید احمد (شہید) کے عمل سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کافروں سے ان کی مراد صرف سکھ تھی۔ لیکن ان کے صحیح مقاصد پورے طور پر نہیں سمجھے گئے وہ انگریزوں پر حملہ کرنے میں ضرور محتاط تھے لیکن ایک وسیع اور آباد ملک پر دور دراز کی قوم کا اقتدار ان کی مخالفت کے لیے کافی سبب تھا"۔

(سیرت سید احمد شہید ص۳۲۵ طبع اوّل)

(۲) ہنٹر لکھتا ہے کہ "مجاہدین کی ضرب سکھوں کے دیہاتوں پر شدید نہ تھی لیکن وہ انگریز کافروں پر ضرب لگانے کے ہر موقع کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے۔ انہوں نے کابل کی جنگ میں ہمارے دشمنوں کو روکنے کے لیے ایک بڑی قوت بھیجی۔

پنجاب کے الحاق کے بعد جو غصہ پہلے سکھوں پر اُترتا تھا اب ان کے جانشینوں (انگریزوں) پر اُترنے لگا (سیرت سید احمد شہید ص۳۲۶)

کیپٹن کننگم اور ہنٹر کے مذکورہ بالا بیانات سے جہاں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کا رخ پہلے صرف سکھوں کی طرف تھا وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ ایسا صرف مصلحت کی بناء پر تھا ان کی نظر اس پر تھی کہ انگریز چونکہ طاقتور دشمن ہے اس لیے اس کے مقابلہ کی پوری تیاری جب تک نہ ہو جائے اس کو اپنا مخالف اور دشمن نہ بنایا جائے۔

انہوں نے ابتداً سکھوں سے اسی لیے مقابلہ کیا کہ ان سے مقابلہ کر کے اگر ان پر فتح نصیب ہو جاتی ہے تو اپنی طاقت بڑھ جائے گی۔ اس کے بعد انگریزوں سے بھی مقابلہ آسان ہو جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی یہ مصلحت بینی اور دور اندیشی غلط تھی۔ اگر سرحد میں چند غداروں نے (سکھوں سے عین جنگ کے موقع پر) مجاہدین اسلام کے ساتھ کھلی ہوئی غداری کر کے جیتی ہوئی جنگ کو شکست سے نہ بدل دیا ہوتا تو ہندوستان کو اب سے مدتوں پہلے آزادی مل چکی ہوتی۔

ملاحظہ ہوں ایک انگریز مورخ ڈاکٹر اسٹارڈ کے یہ الفاظ:-

"شمالی ہند میں ایک وہابی جانباز (حضرت شہید) سید احمد نے پنجابی مسلمانوں کو ابھار کر حقیقتاً ایک مذہبی سلطنت قائم کر لی مگر ان کی ناگہانی موت سے شمالی ہند میں وہابی فتوحات کا امکان جاتا رہا اس سلطنت کو سکھوں نے ۱۸۳۰ء میں برباد کیا لیکن جب انگریزوں نے اس ملک (ہندوستان) کو فتح کیا تب وہابی عقائد کی سلگتی ہوئی چنگاریوں نے بہت کچھ پریشان کیا۔ یہ خیالات عرصہ تک باقی رہے اور اسباب غدر میں ممد (معاون) ہوئے اور انہیں عقائد نے افغانستان اور شمال مغربی سرحد کے وحشی قبائل کو ہمیشہ کے لیے مذہبی تعصب میں رنگ دیا۔"

(منقول از سیرت سید احمد شہید ص ۱۹۹ طبع اول)

ڈاکٹر اسٹارڈ کے اس بیان سے یہ چند در چند حقیقتیں سامنے آتی ہیں:-

(۱) سب سے پہلی اور نمایاں بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ "اہل حق" کے لیے "وہابی" کا لفظ سب سے پہلے انگریزوں نے ہی (ان کو بدنام کرنے اور ان کی تحریک جہاد کو ناکام کرنے کے لیے) استعمال کیا۔ اور اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے اس کو رواج دیدیا۔ اس حقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد ان "بندروں" کی نقل کرنے والوں کی بیخبری اور سادگی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ افسوس کہ آج تقریباً ۹۰ یا ۹۹ فیصدی مسلمان اس لفظ "وہابی" کو اہل حق کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ان کو مطلق اس کی خبر نہیں کہ وہ اس

معاملہ میں ان دشمنان دین و اسلام (انگریزوں) کی ہی نقل اور پیروی کر رہے ہیں بلکہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نقل میں تو وہ اصلی بندروں سے بھی بڑھ گئے۔

(۲) دوسری بات یہ منکشف ہوئی کہ ان "جانباز وہابی" یعنی حضرت احمد شہید کا مقصد جہاد اسلامی کے ذریعہ مذہبی سلطنت کا قیام تھا فاضل مشتاق نے "خون کے آنسو" میں جس کا رونا رویا ہے وہ انکی کوتاہ نظری اور حقائق تاریخ سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ جانباز "وہابی" (حضرت شہید) نے درحقیقت وہ مذہبی سلطنت قائم بھی کر لی تھی مگر ان کی ناگہانی شہادت سے وہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

(۴) چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت شہید اور ان کی مذہبی سلطنت کو ۱۸۳۱ء میں سکھوں نے ختم کیا۔ اور برباد کیا لہٰذا "خون کے آنسو" ص ۳۵ پر بغیر حوالہ جو معتبر واقعہ نقل کیا گیا ہے (جس کو ہم اوپر نقل بھی کر چکے ہیں) اس کو ایسی تاریخی شہادت کی روشنی میں "معتبر نانی" کی ہی روایت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ واضح ہوئی کہ حضرت شہید کے جو ساتھی بچ رہے تھے انہوں نے بھی انگریزوں کو بہت کچھ پریشان کیا اور پھر انہیں لوگوں نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب غدر کے اسباب میں بھی انگریزوں کے خلاف مدد پہنچائی۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر انگریز دوستی کا الزام وہی رکھ سکتا ہے جس نے

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

حقائق کو دیکھنے کی قسم ہی کھالی ہو یا اُس کی آنکھوں پر بغض و دشمنی کی
پٹی چڑھی ہوئی ہو۔

یہاں تک "خون کے آنسو" کے صرف چار حوالے زیرِ بحث آسکے ان کے
علاوہ بعض اور دوسرے مقامات پر بھی اختتامِ کتاب میں تبصرہ ہو چکا ہے۔
اُن سے ہی ناظرین کرام اندازہ فرمالیں گے کہ یہ کتاب "خون کے آنسو"
دراصل مغالطات" اور خرافات کا ایک پشتارہ ہے اور یقیناً وہ اسی قابل
ہے کہ اس پر آج ہم سب خون کے آنسو روئیں کہ وقت کی نزاکت
کا ادنےٰ احساس کیے بغیر اس میں وہی پرانے گڑے مُردے اکھیڑنے
کی اور ناحق طور پر اہلِ حق کو بدنام کرنے کی ایک بدترین کوشش
کی گئی ہے۔

اسی لیے ہم آخر میں پھر وہی بات دہراتے ہیں کہ یہ وقت ان بحثوں
کا نہیں ہے خدارا قومِ مسلم پر رحم کیجئے ان صلاحیتوں کو قومی و ملی
اصلاحی و تعمیری کاموں میں صرف کیجئے اور اگر آپ اپنے آپ کو اس
کا اہل نہ پائیں یا آپ کے "مشاغلِ خاص" میں ایسے کاموں کے لیے
گنجائش نہ نکل سکے تو کم ازکم دوسروں ہی کو کام کرنے دیجئے اور آپ شوق سے
ہر مہینہ کسی کا میلاد اور کسی کا فاتحہ وعرس پورے ذوق کے ساتھ کرتے رہئے
ہم ہرگز آپ کے تر لقمے آپ سے نہ چھینیں گے۔

خاتمہ کتاب

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

غالب کے یہ دو مختلف مصرعے یہاں از راہِ شاعری نہیں نقل کئے
گئے بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ اپنا مقصد قطعِ محبت ہرگز نہیں ہے۔ اسی بنا
پر ہم آخر میں "اعلیٰحضرت" کا وہ تاکیدی فتوےٰ بھی نقل کرتے ہیں جو
انہوں نے علمائے حق کو کافر کہنے سے روکنے کے لیے اپنے مخصوص
انداز میں صادر فرمایا تھا ملاحظہ ہو:۔

وہ فتوےٰ یہ ہے:

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے "وھو الجواب
وبہ یفتیٰ علیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ
السلامۃ وفیہ السداد"

(تمہید ایمان ص ۴۲)

"یعنی احتیاط والے علماء ان کو کافر نہ کہیں یہی درست ہے اور
یہی جواب ہے اور اسی پر فتوےٰ دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوےٰ
ہے اور یہی اپنا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اسی میں
درستی و سلامتی ہے۔"

اہلِ انصاف اعلیٰحضرت کے اس فتوےٰ کو ملاحظہ فرمائیں اور آجکل

www.ahlehaq.com
kalahazrat@gmail.com

کے علماء بریلی کی روش دیکھیں، جو "فتویٰ کفر" میں اس قدر بے باک ہیں کہ وہ یوں فتوے صادر فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص خواہ وہ کوئی مولوی ہو یا پیر و صوفی کے باشد ان عقائد کفریہ سے علم شرعی رکھنے کے باوجود ان پانچوں (مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا رشید احمد صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہم الرحمہ) کو مسلمان سمجھے یا ان کے کفر قطعی میں شک بھی کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے۔ ایسوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، ان کا وعظ سننا، ان کو سلام کرنا، ان کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا، ان سے نکاح پڑھوانا سب حرام قطعاً حرام ہے۔ یوں ہی ان کو اپنا پیر بنانا، ان کے ہاتھ پر بیعت ہونا، ان سے محبت و مودت رکھنا بھی شرعاً قطعاً ناجائز اور یقیناً اشد حرام ہے"!

(علمائے دین کا متفقہ فتوے بہیمہ" شائع کردہ بزم قادری رضوی کانپور)

ناظرین ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر غور فرمائیں کہ کتنے مسلمان ایسے ہونگے جن کو ان علماء حضرات کے کفر کا یقین نہ ہوگا اور وہ اس بے لاگ فتویٰ کی رُو سے کافروں کی زد میں زبردستی دھکیل دیئے گئے ہیں۔ ؎

قریب یار و ہے محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہیگی زبانِ خنجر لہو پکاریگا آستین کا

آخر میں یہ توضیح بھی کمرر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اگر ہم ان بریلوی حضرات کو "راہِ حق" اور "تبلیغ دین" میں رکاوٹ نہ سمجھتے تو ہرگز ان کی کتابوں اور تقریروں کو قابلِ توجہ اور لائق خطاب و جواب نہ خیال کرتے۔ مگر ہم آج کل یہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے رستے ہوئے "ناسور" اور کلبلاتے ہوئے "جراثیم" کھلم کھلا اشاعتِ حق اور تبلیغ دین میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کا اعلانیہ بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور لوگوں کو کلمہ و نماز پڑھنے سے باز رکھا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں ہم کو بھی یہ اپنا فرض منصبی محسوس ہوا کہ اظہارِ حقیقت اور اعلانِ حق کے تحت ایک مختصر رسالہ لکھ دیں۔ مقصود اس سے یہی ہے کہ عام مسلمانوں کو اصل صورتِ حال معلوم ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ رہے کہ ہم تو اب تک غلط فہمی ہی میں رہے۔ لوگوں نے ہم کو کتابوں کی ادھوری اور ناتمام عبارتیں دکھلا کر دھوکے ہی میں رکھا اور بالکل بے وجہ سراسر بے جرم و بے قصور "علمائے دیوبند" کو خود بھی کافر کہا اور ہم سے بھی کافر کہلوایا۔

بس صرف یہ ایک مقصد ہے جس کی وجہ سے ہم نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس کی ورنہ وقت کی پکار پہ ہمارے کان لگے ہوئے ہیں اور وقت کے تقاضوں سے ہمارا دل قطعاً غافل نہیں ہے۔

kalahazrat@gmail.com

کیا اچھا ہو کہ ہمارے دل کی یہ آواز دُوسروں کے دلوں تک پہنچ جائے اور وہ اس کا کوئی جواب دینے کے بجائے اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرما کر ملتِ مسلمہ پر رحم فرمائیں اور باہمی نفاق و تفریق سے قوم مسلم کو دوچار نہ ہونے دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنی جگہ پر خود یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اگر کسی صاحب نے اس کی جواب دہی فرمائی تو ہم ناظرین کو اس کا جواب الجواب دیکھنے کی زحمت نہ دیں گے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد وعلى اٰله واصحابه اجمعين الى يوم الدين ۞

مشتاق احمد

www.alahazrat.com
kalahazrat@gmail.com

عمدہ اور خوبصورت دینی کتابیں

کتاب	مصنف	جلد	قیمت
بزم اشرف کے چراغ	تذکرہ متعلقین حکیم الامت تھانوی	مجلد	۳۰/-
اسلام [illegible] (انگریزی)	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	کارڈ بورڈ	۱۵/-
اسلام میں مشورہ کی اہمیت	" " "	"	۹/-
آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	" " "	"	۶/-
اسلام کے بنیادی عقائد	علامہ شبیر احمد عثمانی	"	۶/-
اعجاز القرآن	" " "	"	۶/-
مجموعہ رسائل ثلاثہ	" " "	"	۶/-
العقل والنقل	" " "	"	۶/-
سال بھر کے مسنون اعمال	مولانا اشرف علی تھانوی	"	۴/۵۰
مکتوبات امدادیہ	" " "	"	۳/۵۰
حیات خضر علیہ السلام	مولانا سید میاں اصغر حسین	"	۶/-
اذان اور اقامت	" " "	"	۲/۲۵
دست غیب	" " "	"	۶/-
سلاسل طیبہ	حضرت مولانا حسین احمد مدنی	"	۴/۵۰
لطائف گنگوہی	مولانا رشید احمد گنگوہی	"	۶/-
فتاویٰ میلاد شریف	" " "	"	۶/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ	"زلزلہ" کا جواب	"	۱۵/-
مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ	مولانا مناظر احسن گیلانی	"	۶/-
ختم نبوت	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	"	۶/-

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

kalahazrat@gmail.com

عمدہ اور خوب صورت دینی کتابیں

			قیمت
فتوح الغیب اردو	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	کارڈ بورڈ	۹/-
آفتاب نبوتؐ	مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ	مجلد	۲۴/-
شہید کربلا اور یزید	″ ″ ″	کارڈ بورڈ	۱۲/-
کلمہ طیبہ مع کلمات طیبات	″ ″ ″	″	۹/-
علم غیب	″ ″ ″	″	۹/-
حدیث رسولؐ کا قرآنی معیار	″ ″ ″	″	۶/-
اصول دعوت اسلام	″ ″ ″	″	۶/-
فلسفۂ نماز	″ ″ ″	″	۶/۷۵
شرعی پردہ	″ ″ ″	″	۶/-
انسانیت کا امتیاز	″ ″ ″	″	۶/-
خاتم النبیینؐ	″ ″ ″	″	۶/-
شان رسالتؐ	″ ″ ″	″	۶/-
نماز اور اس کے مسائل	مولانا محمد محترم فہیم	″	۶/-
نخبۃ الفکر (اردو)	علامہ ابن حجر عسقلانی	″	۱۰/۵۰
حیات شیخ الہندؒ	مولانا سید اصغر حسینؒ	مجلد اعلیٰ	۳۰/-
فضائل استغفار	حضرت تھانویؒ	—	۱/۸۰
شب برات	حضرت مفتی محمد شفیعؒ	—	۱/-
اسلامی آداب	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	—	۱/۸۰
حیات عیسےٰ علیہ السلام	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	مجلد	۶/-

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com

مستند دینی کتابیں

نمبر	کتاب	مصنف	قیمت
۱	الإتقان فی علوم القرآن	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	۱۲۰/-
۲	سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	۱۲۰/-
۳	اصلاح المسلمین	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۶۸/-
۴	حیوۃ المسلمین		۳۶/-
۵	سیرت پاک	مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب	۴۸/-
۶	انتخاب بخاری شریف (اردو)	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	۹۰/-
۷	اکابر علماء دیوبند	مولانا اکبر شاہ بخاری	۳۳/-
۸	اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	۳۳/-
۹	اسلامی تہذیب وتمدن	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	۳۳/-
۱۰	اکمال الشیم (علم تصوف)	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	۳۰/-
۱۱	آفتاب نبوت	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	۲۲/-
۱۲	العلم والعلماء	علامہ ابن عبد البرؒ	۳۳/-
۱۳	حیات شیخ الہندؒ	حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ	۲۸/-
۱۴	شریعت وطریقت	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۳۶/-
۱۵	تعبیر الرؤیا (اردو کامل)	علامہ ابن سیرینؒ	۴۸/-
۱۶	مکتوبات نبوی	مولانا سید محبوب رضوی	۲۴/-
۱۷	مسلمانوں کا عروج وزوال	مولانا احمد سعید اکبر آبادی	-/-
۱۸	بدعت کیا ہے؟	چار مقالات کا مجموعہ	۴/-
۱۹	تصوف کیا ہے؟	مولانا محمد منظور نعمانی	۹/-
۲۰	اصول تصوف	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۶/-
۲۱	کیفیات (مجموعہ کلام)	مولانا زکی کیفیؒ	۲۵/-

ملنے کا پتہ

ادارہ اسلامیات

۱۹۰ انارکلی ۰ لاہور

www.ahlehaq.com

kalahazrat@gmail.com